سانحۂ مکۂ مکرمہ

یوم فاروقِ اعظم آرگنائزنگ کمیٹی رجسٹرڈ پاکستان

اسلام کے "روحانی مرکز" حرمین شریفین پر

شیعیت و خمینی کی

مسلسل یلغار

اور

مسلمانوں کیلئے عملی تدابیرِ تدارک

تحریر و تحقیق :- ابو ارقم انصاری

زیر اہتمام

یومِ فاروقِ اعظمؓ آرگنائزنگ کمیٹی پاکستان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

فہرست مندرجات

صفحہ نمبر

باب اول :-

حرمین شریفین کی حرمت بار بار پامال کرنے والے اہل تشیع - تاریخ کے آئینے میں ۳

باب دوم :-

مکۂ مکرمہ کی خونی کہانی - تصاویر کی زبانی (۸۶ء اور ۸۷ء) ۲۲

باب سوم :-

حرمین مقدس پر قبضہ کرنے کے لئے تازہ ترین شیعہ سازش ۳۹

باب چھارم :-

قبضۂ حرمین کی تازہ ترین سازش کے مقابل دفاعی تدابیر تدارک ۴۷

باب پنجم :

ضمیمہ :- یہودیت سے ماخوذ شیعہ مذہب وعقائد ۵۰

سن اشاعت :- یکم رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ (۱۸ اپریل ۱۹۸۸ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابِ اوّل

حرمین شریفین کی حرمت بار بار پامال کرنے والے اہلِ تشیع۔ تاریخ کے آئینہ میں

حرمین پاک میں حالیہ وارداتوں کا ناپاک سلسلہ

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن مجید کے مطابق حرمین مقدس کی بے حرمتی بھی حرام ہے اور خون مسلم بھی حرام ہے۔ اس وجہ سے ان دونوں حرمتوں کی پامالی کا سنگین جرم اور وہ بھی بیک وقت دیکھا۔ اس کا کوئی مسلمان ارتکاب تو کیا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ایسی بنیادی حقیقت کے باوجود ۶ ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ (۳۱ جولائی ۱۹۸۷ء) کو ایک مرتبہ پھر ایرانی قیادت میں اہل تشیع نے حرم کعبہ و مسجد الحرام کی حرمت کو بھی پامال کیا اور اہل حرم و مہمانانِ حرم کا خون بھی کیا پھر یہ کہ یہ دونوں حرام کام نہ صرف بیک وقت کیے گئے بلکہ عین ایام حرام میں انجام دیئے گئے۔ حرمین پاک کی توہین و تذلیل کا یہ سلسلۂ ناپاک ۱۹۷۹ء سے ہر سال بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ ۱۹۸۶ء میں تو خمینی کے ایرانی کارندوں نے سارے حرمین شریفین کو بارود سے اڑانے کی بھی جسارت کر ڈالی تھی۔ ۳۰ ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ / ۱۰ اگست ۱۹۸۶ء کو ایرانی تخریب کار اکیاون کلو (تقریباً ڈیڑھ من) دھماکہ خیز مادے کے ساتھ جدہ ایرپورٹ پہونچے اور تلاشی پر وہیں پکڑے گئے۔ ان دہشت گردوں کا گروہ حسن علی دھنوی تھا جس نے پوچھ گچھ پر اقرارِ جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ آتشگیر بارود حرمین کو تباہ کرنے کے لیے اس کی حکومت نے بھیجا تھا۔ گذشتہ دونوں برسوں کے ان گھناؤنے واقعات کی فلمیں موقع پر ہی لے لی گئیں تھیں اور ان دونوں فلموں کو سعودی ٹیلی ویژن پر ۳ اگست ۱۹۸۷ء کو پوری دنیا کے لیے دکھا بھی دی گئیں۔ بعد میں یہ ہی تصاویر دنیا کے اخبارات و جرائد میں بھی شائع

ہو چکی ہیں۔ حرم بیت اللہ میں اسلام کے خلاف تشدد و جارحیت کی حالیہ وارداتیں نئی نہیں بلکہ ۱۹۷۹ء کے ایرانی شیعہ انقلاب سے جاری ہیں۔ فروری ۱۹۷۹ء میں خمینی انقلاب آیا اور اسی سال ۲۰، نومبر ۱۹۷۹ء ۱ر محرم ۱۴۰۰ھ کو ایک مسلح گروہ نے حرم کعبہ اور حرم نبوی پر بیک وقت دھاوا بول دیا۔ حرم نبوی پر حملہ تو ناکام بنا دیا گیا مگر حرم کعبہ پر حملہ آوروں نے قبضہ کر لیا، بے شمار مسلمانوں کا بے دریغ قتل عام کیا اور دیگر تمام مسلمانوں کو دو ہفتوں سے زیادہ تک عمرہ، طوافِ کعبہ اور نماز بیت اللہ سے محروم رکھا۔ مجبوراً اس غیر اسلامی گروہ کے خلاف فوجی قوت استعمال کی گئی اور حرم محترم کو ناپاک قبضے سے پاک کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہر سال موسم حج میں تقدیسِ حرمین کی مسلسل توہین و تذلیل کسی نہ کسی شکل میں جاری رہی تاآنکہ گذشتہ سال ۱۹۸۶ء میں ایک اور مسلح مہم کے ذریعہ حرم مکہ مکرمہ کو نشانہ بنایا گیا۔ غرضیکہ پچھلے نو برسوں سے قبضہ حرمین کیلئے حرمت حرمین روندی جاتی رہی ہے۔ اس لحاظ سے وہ بیت اللہ جسے اللہ اور رسول ﷺ نے قیامت تک دنیا بھر کے مسلمانوں کا قبلہ و کعبہ (مرکز اسلام) اور دار الامن قرار دیا ہو، اسے دار الفساد بنانا بالیقین بغاوت ہے اللہ سے اور رسول ﷺ سے۔ اسی طرح اہل حرم اور زائرین حرم کو تہہ تیغ کرنا کھلی غداری ہے دین اسلام سے اور اہل اسلام سے۔ مختصراً یہ کہ ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب سے ہی اہل تشیع کے لیڈر خمینی کا اصل ہدف اہل اسلام اور مرکز اسلام کی غاصبانہ تسخیر اور تباہی ہے ان تازہ حقائق کے علاوہ اہل تشیع اور خمینی کے مذموم مقاصد کے دستاویزی ثبوت مزید، تاریخی تناظر کے ساتھ، اگلی سطور میں پیش کئے جاتے ہیں۔

مرکز اسلام اور اہل اسلام کے خلاف سازشوں کا تاریخی تسلسل

تاریخ شاہد ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قائم کردہ مضبوط و مستحکم اسلامی مملکت حضرت عثمان رضؓ کے درخشاں دورِ خلافت میں عروج پر پہونچ کر دشمنانِ اسلام کے بیرونی حملوں کے لیے ناقابل تسخیر بن چکی تھی۔ لہٰذا عیار یہود نے اس عظیم اسلامی ریاست کو اندرونی طور پر سبوتاژ کرنے کی سازش کی۔ اس مقصد کے لیے یہودی دماغ ابن سبا نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شیعیت کو جنم دیا تاکہ ملتِ اسلامیہ کو داخلی انتشار و خلفشار سے شکار کیا جا سکے۔ بالفاظ دیگر شیعہ مذہب کی پیدائشی غرض و غایت ہی یہ تھی کہ اندر سے نہ صرف مرکز اسلام کو درہم برہم کیا جائے بلکہ اہل اسلام کو بھی تتر بتر کر دیا جائے۔ اس گہری اور ہمہ گیر سازش کے ساتھ ابن سبا یہودی نے ملکِ حرمین میں فتنہ و فساد مسلمانوں کی خونریزی اور حرم نبویؐ کی بے حرمتی سے شیعی مشن کا آغاز کیا جو آج بھی جاری ہے۔ اب اس تاریخی تسلسل کی چند جھلکیاں پیش کی جاتی ہیں تاکہ اس آئینہ میں شیعیت کا روپ و بہروپ صاف دیکھ لیا جائے۔

(۱) شیعہ مذہب کے بانی ابن سبا یہودی نے اسلام کے خلاف اولین چال یہ چلی کہ قرآن کی معین تعریف "اہل بیت" (امہات المومنینؓ) کے صریحاً منافی رسول اکرم ﷺ کے نسبی رشتہ داروں کو "اہل بیت" کہنا شروع کر دیا پھر اس نے اپنے خود ساختہ اہل بیت کو صحابہ کرام کے زمرے سے الگ ایک جداگانہ طبقہ ظاہر کیا۔ اس کے بعد سنت کے قطعی خلاف اس شیعہ اوّل نے اپنے نام نہاد جداگانہ طبقے کی فضیلت و افضلیت کا پروپیگنڈہ کیا پھر بڑے پیمانے پر بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان باہمی نفرت و منافرت کا چکر بھی چلا دیا۔ دریں اثناء اس مکار منافق نے امیر المومنین حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مابین غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی لوازم الوقت

ذوالنورینؓ کے خلاف بہتان طرازی کا طوفان کھڑا کر دیا۔ غرضیکہ فریب و فراڈ کے ان مختلف ہتھیاروں کے ساتھ بابائے شیعیت کا یہودی النسل شیعہ ٹولہ خلافت عثمانؓ پر شب و روز شب خون مارتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اسلام کے خلاف اپنی اوّلین سازش کے حتمی ہدف پر پہونچ گیا۔ بالآخر ان شیعہ شیاطین نے داماد رسولؐ حضرت عثمانؓ کو حرم نبوی میں اور عین ماہ حرام (ذوالحجہ ۳۵ھ) میں نہایت درندگی و سفاکی سے شہید کر دیا۔ اس طرح اہل تشیع نے پیدا ہوتے ہی قرآن و سنت کے خلاف بیک وقت حرم رسولؐ کی کھلی بے حرمتی کی، ماہ حرام کی حرمت بھی پامال کی اور خون مسلم جیسی حرام کاری بھی کی۔ مختصراً یہ ہیں حرام در حرام کے وہ سیاہ ترین اعمال اور سنگین جرائم جو ابتدا سے لیکر آج تک ہمیشہ ہی شیعوں کا شیوہ رہے ہیں۔

(۲) اگلے دور خلافت علیؓ میں قاتلان عثمانؓ نے مرکز اسلام کو مزید منہدم کرنے کے لیے اپنی منافقانہ مہم کو تیز تر کر دیا۔ مسلمانوں کے بھیس میں ان منافقوں نے بہت بڑے پیمانے پر سیاسی افراتفری پھیلائی اور پہلے سے پیدا کردہ نفاق و افتراق کی آگ شدت سے بھڑکائی تاکہ مسلمانوں کے مابین پھیلائی ہوئی غلط فہمیاں آگے چل کر خود بخود باہمی جنگ و جدال تک پہونچ جائیں۔ اتحاد امت کو پارہ پارہ کرنے والے ایسے خطرناک حالات ابھارنے کے بعد ان چالبازوں نے حضرت علیؓ کو مجبور کر دیا کہ وہ مرکز خلافت یعنی مدینۃ النبیؐ چھوڑ دیں اور باہر سے اصلاح احوال انجام دیں۔ صورت حال کو درست کرنے کے لیے اگرچہ حضرت علیؓ نے اپنی دانست میں ہر تدبیر اختیار کی تاہم مفسدین (قاتلان عثمانؓ) نہ صرف سزا سے بچ نکلے بلکہ ملک کے چاروں اطراف جا پہونچے تاکہ اگلے مرحلہ میں ملک گیر تخریب کاری اور مسلمانوں کا قتل

عام کر سکیں۔ بہرکیف اسلام سے بغض و عداوت رکھنے والے ان اہل تشیع نے سیاسی اختلافات کی آڑ لیکر مختلف شورشیں شروع کر دیں۔ اور رفتہ رفتہ مسلمانوں کے درمیان پے در پے تین خانہ جنگیاں (جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان) بھی بپا کرا دیں۔ اس کے نتیجہ میں ہزاروں مسلمانوں کو ہلاک کر دیا گیا، عظیم گلشن ملت کو اجاڑ دیا گیا۔ اور آخر میں خلیفۂ وقت حضرت علیؓ کو بھی ۴۰ھ میں شہید کر دیا گیا۔ غرضیکہ پانچ سال کی مختصر مدت میں ابن سبا یہودی اور اس کے چیلوں نے لبادۂ اسلام میں اہل اسلام اور مرکز اسلام کو بڑی حد تک مسمار کر ہی ڈالا۔

(۳) شہادتِ سیدنا عثمانؓ سے لیکر شہادتِ سیدنا علیؓ تک کے ناقابل تلافی ملی نقصانات کے بعد ہرچند کہ مسلمان مہلک مرض شیعیت کی تشخیص کر چکے تھے تاہم وہ اس مرض کا مداوا کرنے کے لیے خوب سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہتے تھے۔ قبل اس کے کہ اہلِ اسلام کوئی اقدام کرتے، اہل تشیع نے ایک نیا مسئلہ کھڑا کر دیا اور وہ یہ کہ منصبِ خلافت کو گروہی و نزاعی مسئلہ بنا دیا۔ اس نازک موقع پر بلاتوقف اور بروقت حضرت حسنؓ نے ملی مفاد میں تازہ سازش کا قلع قمع کرنے کا بیڑہ اٹھا لیا۔ انہوں نے فوری فیصلہ فرمایا کہ سازش کو جڑ سے اکھاڑ دیا جائے، ملی تفریق و تقسیم کے عمل کو ختم کر دیا جائے اور مسلمانوں کے اتفاق و اتحاد کو بحال کر دیا جائے۔ ان اعلیٰ مقاصد کی خاطر حضرت حسنؓ نے عظیم ایثار کیا اور حضرت معاویہؓ جیسے مرد مسلمان و مرد آہن کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اس طرح انہوں نے ہمیشہ کے لیے ایک روشن مثال قائم کر کے نہ صرف شیعہ نقاب پوشوں کو بے نقاب کیا اور مسلمانوں کو کشت و خون سے بچا لیا، بلکہ اتحاد ملی مکمل بحال کر کے وقت کا

بہترین قائد امت بھی فراہم کر دیا۔ ایسے تاریخ ساز اقدام سے چونکہ اہل تشیع بالکل ننگے ہو چکے تھے اور شکست کھا چکے تھے، اس لیے زیر زمین چلے گئے مگر موقع نکال کر انہوں نے محسنِ ملت حضرت حسنؓ کو ان کے لاثانی کارنامے کی یاداش میں خاموشی سے زہر دے کر حرم نبویؐ میں (حسب سابق) شہید کر دیا۔ البتہ قاتلانِ حسنؓ اس اجتماعی وسیسہ پلائی دیوارِ امت میں کوئی شگاف نہ ڈال سکے، جس کی بنیاد حضرت حسنؓ نے رکھی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کی بیس برسوں کی مضبوط خلافت (۴۱ھ تا ۶۰ھ) کے دوران نہ صرف داخلی طور پر مسلم اتحاد انتہائی مستحکم ہوا اور مرکز اسلام کا پیدائشی دشمن قطعی ناکام و نامراد ہوا بلکہ خارجی طور پر بھی مملکت اسلامیہ کو بڑی وسعت ہوئی اور بحر و بر دونوں پر طاقت و حکمرانی قائم ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ بیس سالہ خلافتِ معاویہؓ کی کامیاب داخلی و خارجی پالیسیوں اور حکمت عملیوں نے ایک طرف تو سازشی عناصر کو سر نہ اٹھانے دیا اور دوسری طرف اسلام کی عظمت و شوکت کا پرچم ساری دنیا میں بلند و بالا کر دیا۔ اس تاریخی حقیقت کے ساتھ دوسری تلخ حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوتے ہی دبکے ہوئے سانپ بچھو اپنے بلوں سے باہر نکل آئے اور ایک بار پھر حسب معمول جسد اسلام و اسلامیان کو ڈسنے اور ڈنک مارنے لگے۔

(۴) خلافتِ معاویہؓ کے اختتام پر اہل تشیع نے اپنے مذہبی اصول تقیہ پر عمل کیا اور بیعت کے بہانے حضرت حسینؓ کو مسکنِ مکہ ترک کرنے اور کوفہ پہنچنے کا پیغام دیا۔ اس حوالے سے مکہ مکرمہ میں موجود حضرات عبداللہ بن زبیرؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ اور ابن عباسؓ جیسے جید صحابہ کرام نے حضرت حسینؓ کو حرم بیت اللہ چھوڑنے سے روکا اور پس پردہ سازش سے خبردار کیا۔

لیکن کوفیوں کا آیا ہوا گروہ کسی نہ کسی طرح حضرت حسینؓ (بمع اہل وعیال) کو اپنے ساتھ مکہ سے لے گیا۔ مکہ معظمہ سے مقام قادسیہ تک حضرت حسینؓ نے حالات کا بغور مشاہدہ کیا جس کی روشنی میں یہ حکمت عملی اپنائی کہ وہاں سے راہ کوفہ کی بجائے راہ دمشق اختیار کر لی۔ انہوں نے حتمی فیصلہ فرمایا کہ اپنے بڑے بھائی حسنؓ کی اتباع میں وحدت امت کو بکھرنے سے بچایا جائے، مسئلہ خلافت پر اجماع ملت قائم کیا جائے، ملی مرکزیت کا تحفظ کیا جائے اور دمشق پہونچ کر اپنے رشتے کے بھائی یعنی خلیفہ وقت یزید بن معاویہؓ سے بیعت خلافت کر لی جائے۔ اس مثالی راہ عمل سے روکنے کے لیے ہم سفر کوفی جتھے نے بڑی منت سماجت کی مگر ناکامی ہوئی۔ بس پھر کیا تھا۔ ان سازش پسندوں نے اپنا پرانا حربہ استعمال کیا یعنی یہ کہ قافلے میں پہلے اختلافی فضا پیدا کی، پھر لوٹ مچائی اور ہنگامہ آرائی کی اور آخر میں حضرت حسینؓ کو مقام الطف (کربلا) پر ۶۱ھ میں شہید کر دیا۔ بعد ازاں ان شیعہ ظالموں نے جھوٹے پروپیگنڈے کے ذریعہ قتل حسینؓ کا الزام خلافت یزید بن معاویہؓ پر ڈال دیا۔ اور خود تقیہ کے تحت ماتم حسینؓ کرنے لگے تاکہ تمام مسلمان بالعموم دھوکہ کھا جائیں اور بنو ہاشم بالخصوص خلافت بنو امیہ کے خلاف نفرت میں مبتلا ہو جائیں۔ اس طرح ہاشمی اور اموی مسلمانوں کے مابین رنجش وچپقلش کی پرانی سازش جس کی سرکوبی حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ نے ملکر کی تھی۔ دوبارہ سر اٹھانے لگی۔ پھر رفتہ رفتہ خلافت بنو امیہ کے خلاف کوفی سازش میں ایرانی بھی شامل ہو گئے اور بالآخر تمام منافقین نے مل کر بنو ہاشم کے نام پر خلافت وقت سے بغاوت کا آغاز خراسان سے کر دیا۔ اور ۱۳۲ھ تک خلافت بنو امیہ کا تختہ الٹ کر رکھ دیا۔

(۵) جب خلافت بنو امیہ کے خاتمہ پر ۱۳۲ھ میں خلافت بنو ہاشم یعنی خلافت

بنو عباس قائم ہوئی تو ان ہی داخلی دشمنوں نے اس کی جڑیں بھی حسب معمول کاٹنی شروع کردی کیونکہ شیعیت کا اصل مقصد تو روز اول سے ہی بہر صورت اہل اسلام اور مرکز اسلام کو تہ و بالا کرنا تھا۔ اس مرتبہ نہ صرف یہ کہ خلافت بنو عباس کے خلاف بغاوت کی گئی بلکہ اس کے مد مقابل ایک الگ متوازی حکومت بھی بنائی گئی۔ یہ شیعہ حکومت (عبیدی فاطمی) ۲۹۶ھ میں شمالی افریقہ میں بنائی گئی جو ۳۸۶ھ تک مصر و شام و حجاز اور یمن تک بھی پھیل گئی۔ اس دوران ۳۱۷ھ میں اہل تشیع ابو طاہر قرمطی کی قیادت میں حرم کعبہ پر حملہ کیا اور یہ حملہ عین موسم حج میں کیا گیا۔ انھوں نے حجاج کرام کو قتل کیا بیت اللہ الحرام کے دروازے توڑ دیئے، میزاب رحمت گرا دیا، غلاف کعبہ نوچ پھینکا اور حجر اسود اکھاڑ ڈالا ان بدطینت شیعوں نے بیک وقت تین حرمتوں کی کھلم کھلا بے حرمتی کی یعنی یہ کہ حرمت مسجد الحرام، حرمت ایام حرام اور حرمت خون مسلم کو ایک ساتھ پامال کیا، تاریخ کی اس شہادت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام سے بغض و عناد میں تمام تخریب کاریوں کی طرح ابو طاہر قرمطی کے ہاتھوں توہین و تذلیل حرم کا سلسلہ جہاں ماضی میں شیعۂ اول ابن سبا یہودی سے جڑا ہوا ہے۔ وہیں وہ سلسلہ دور حاضر کے خمینی تک بھی پھیلا ہوا ہے۔ اس ضمن میں مزید تاریخی شہادتیں اگلی سطور میں ترتیب وار پیش کی جا رہی ہیں۔

(۶) مذکورہ بالا شیعہ حکومت (عبیدی فاطمی) کا چھٹا حکمران ایک انتہائی بد قماش شخص الحاکم تھا جس نے ۳۸۶ھ میں مصر میں اقتدار سنبھالا۔ اس نے اپنے معتمد و مقرب ابو فتوح کو ایک انتہائی مذموم منصوبہ دیکر مدینہ منورہ بھیجا۔ منصوبہ یہ تھا کہ حرم نبوی کی حرمت کو اس طرح روندا جائے کہ حجرۂ رسولؐ اور جسد رسولؐ کی بے حرمتی بھی ہو جائے، مطلب یہ کہ حضور اکرمؐ کے محترم و مقدس

حجرے میں موجود آنحضورؐ اور ان کے پہلو میں مدفون شیخین (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) تینوں کے اجسامِ اطہر کو نکال باہر کیا جاتے۔ اس ذلیل مہم پر ابوفتوح مدینہ طیبہ پہونچ تو گیا، مگر بہت خائف و خوفزدہ رہا۔ اس حال میں وہ الحاکم کے تفویض کردہ منصوبے پر عمل کرنے کی ہمت و جرأت نہ کر سکا اور مدینۃ الرسولؐ سے ناکام و نامراد ہو کر کہیں اور چلا گیا۔

(۷) اسی عبیدی فاطمی دورِ حکومت میں پھر وہی توہینِ حرم کی سازش کی گئی اس بار ۴۱۱ھ میں حلب کے چالیس شیعہ تخریب کار اسی گندی و گھناؤنی اسکیم کے ساتھ مدینہ منورہ پہونچے تاکہ حجرۂ نبوی کے انہی تینوں قبورِ اطہر اور اجسامِ اقدس کی تذلیل کی جائے۔ اس ذلیل پروگرام کی خبر جب مسجد نبویؐ کے رئیس خدام شیخ شمس الدین صواب کو ہو گئی تو وہ ہوشیار اور منتظر رہے ایک رات پچھلے پہر کو وہ بدبخت چالیس کا ٹولہ مسجد نبویؐ تک ضرور پہونچا لیکن قبل اس کے کہ وہ ٹولہ حجرۂ انور تک بڑھے خود بخود زمین دوز ہو گیا یعنی شیخ صواب کے سامنے اس ٹولے کو زمین نے نگل کر جہنم رسید کر دیا۔

(۸) اگلی صدی یعنی چھٹی صدی ہجری میں خلافت بنو عباس کو ایک مجاہد اسلام نورالدین زنگی تعیسر آ گیا تو اسلام کی سیاسی مرکزیت کو طاقت و تقویت حاصل ہوئی۔ اس زمانے میں اس مرد مومن کی قوت و حکمت نے سارے یہود، آلِ یہود (اہل تشیع) اور عیسائیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کا ناطقہ بند کر رکھا تھا، پھر سرزمین شکست خوردہ اس تکڑم نے اپنے انتقام کی پیاس بجھانے کے لیے زیرِ زمین ایک مشترکہ پلان بنایا۔ ان کا پُر خباثت پلان ۵۵۷ھ میں یہ بنا کہ مدینہ طیبہ میں آنحضرتؐ کی آرام گاہِ اکرام کے زیرِ زمین نقب زنی کی جائے اور خاتم النبیینؐ اور ان کے دونوں تابعینؓ کے اجسام مبارک کے ساتھ گستاخی کی جسارت کی جائے

اس پلان کے مطابق دو تربیت یافتہ تخریب کار ایامِ حج میں مدینہ منورہ پہونچے اور مسجد نبویؐ کے قریب ترین مقام پر قیام کر کے وہاں سے حجرہ نبویؐ تک خفیہ سرنگ بنانے لگے۔ دریں اثناء نور الدین زنگیؒ خواب میں سرورِ کائناتؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنحضورؐ نے ان کو خواب میں نہ صرف دشمنوں کی کارروائی سے مطلع فرمایا بلکہ دونوں مردود تخریب کاروں کے چہرے بھی دکھا دیئے۔ آنکھ کھلتے ہی مردِ مومن نور الدین زنگیؒ حرمِ نبویؐ کی جانب روانہ ہو گیا اور ٹھیک اس جگہ پہونچ گیا جہاں سے نقب زنی کے لیے سرنگ نکالی جا رہی تھی۔ انہوں نے دونوں ملعون نقب زنوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور فوراً ٹھکانے لگا دیا۔ یوں نور الدینؒ نے طاغوت کا منصوبہ مٹی میں ملا دیا۔

(۹) مردِ مومن نور الدین زنگیؒ کی ۵۶۹ھ میں وفات کے بعد ان کے اسلامی مشن کو مردِ مجاہد صلاح الدین ایوبیؒ نے پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ غازی صلاح الدین ایوبیؒ نے ایک طرف تو ۵۶۷ھ میں سازشی شیعہ حکومت (عبیدی فاطمی) کو ختم کر کے خلافتِ بنو عباس میں شامل کر دیا۔ اور دوسری طرف ۵۸۳ھ میں قبلۂ اوّل بیت المقدس کو یہودی وعیسائی قبضہ سے پاک کر دیا۔ مختصر یہ کہ عظیم مردِ مجاہد غازی صلاح الدین ایوبیؒ نے مختصر مدت میں یہ عظیم تاریخی کارنامہ انجام دیا کہ شیعیت یہودیت اور عیسائیت کے طاغوتی تکدم کو ایک ساتھ پاش پاش کر دیا اور مرکزِ اسلام اہلِ اسلام اور مقدس مقاماتِ اسلام کو اغیار کی دستبرد سے محفوظ کر دیا۔ اس غازیِ اسلام (متوفی ۵۸۹ھ) نے سرکشوں کے کس بل نکال کر ایسا سرنگوں کیا کہ برسوں بعد تک ان مخالفینِ اسلام کی کمر ٹوٹی رہی۔

(۱۰) خلافتِ بنو عباس ۶۵۶ھ تک پوری دنیا میں علمی، سیاسی اور عسکری لحاظ سے عروج پر پہونچ چکی تھی جسے منافقین بھلا کب برداشت کر سکتے تھے۔ لہٰذا

دنیا کی قوی ترین مسلم خلافت کو تباہ کرنے کی خاطر اہل تشیع کے دو شاطر دماغ ابن علقمی اور نصیر طوسی نے اسلام کے بد ترین دشمن تاتاریوں کے سردار ہلاکو خان سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ اس تخریبی چال کے نتیجہ میں خونخوار ہلاکو خان نے پوری شیعہ قوم کی مدد سے ۶۵۶ھ میں خلافتِ عباسیہ پر حملہ آور ہوا۔ اس طرح "شیعہ ہلاکو" ملی بھگت نے لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام کیا، خلیفہ مستعصم باللہ کو ذبح کیا، دینی و علمی مراکز کو خاکستر کیا اور دنیا کی عظیم ترین خلافتِ عباسیہ کو تہس نہس کر دیا۔ مختصراً یہ کہ وہ تابناک مسلم تہذیب و تمدن، مسلم مرکزیت اور اسلامی خلافت جو اپنے نقطۂ عروج پر تھی اہل تشیع کے ہاتھوں نیست و نابود ہو گئی۔

(۱۱) زوالِ خلافتِ عباسیہ (۶۵۶ھ) کے جلد ہی بعد مسلم مرکزیت کا احیاء ۶۸۰ھ میں ہو گیا جب خلافتِ عثمانیہ وجود میں آئی۔ عالمی سطح پر خلافتِ عثمانیہ تقریباً سات سو سال کے طویل عرصہ تک قائم رہی۔ حالانکہ یہ مرکزی مملکت اسلامیہ ان سات صدیوں میں بیک وقت تینوں براعظموں یعنی یورپ، ایشیا اور افریقہ پر چھائی رہی اور اس کے زیر اثر دنیا کے تمام اہم بحر و بر رہے۔ پھر بھی یہ مستحکم خلافت مسلسل اغیار کے نرغے میں زک اٹھاتی رہی۔ بالخصوص ایران کی تمام شیعہ حکومتیں یعنی صفوی، قاچاری اور پہلوی حکومتیں یکے بعد دیگرے خلافت عثمانیہ کے خلاف نہ صرف گوناگوں ریشہ دوانیوں اور چیرہ دستیوں میں شامل رہیں، بلکہ باقاعدہ محاذ آرائیاں اور جنگی کارروائیاں بھی کرتی رہیں۔ آخر میں دشمنانِ اسلام نے ترپ کا پتا استعمال کیا اور داخلی بغاوت کے ذریعہ نہ صرف عالمی خلافت کو غارت کر دیا۔ بلکہ دنیا سے خلافت کا نام و نشان بھی غائب کر دیا۔ ۱۳۴۲ھ یعنی ۱۹۲۴ء میں خلافت عثمانیہ کی قانوناً تنسیخ کر دی گئی جس کی وجہ سے تاریخ کا سب سے بڑا المیہ یہ رونما ہوا کہ مسلمانوں کا مرکزی

ادارۂ خلافت صفحۂ دنیا سے پہلی مرتبہ مٹا دیا گیا۔

(۱۲) صدیوں پر محیط مرکزی خلافت کے ساتھ ساتھ دنیا ئے اسلام کا دوسرا ودفاعی مورچہ ہمیشہ برصغیر جنوبی ایشیا رہا۔ اس قلعۂ اسلام میں بھی رخنے ڈالنے اور یہاں بھی غلبۂ اسلام کو غتر بود کرنے کے لیے شیعہ منافقین اپنے کرتوت اور کارستانیوں میں لگاتار لگے رہے۔ اختصار کی خاطر اتنا اشارہ کافی ہے کہ اس خطۂ مسلم پر بھی بیرونی اور اندرونی، دونوں طرح کی یلغار جاری رہیں۔ مثلاً اگر بیرونی طور پر نادر شاہ ایرانی اور تیمور لنگ جیسے غارت گر یورشیں کرتے رہے تو اندرونی طور پر میر جعفر اور میر صادق جیسے غدار شبخون مارتے رہے (بقول شاعر: جعفر از بنگال وصادق از دکن۔ ننگ ملت، ننگ دیں، ننگ وطن) بہرکیف برصغیر جنوبی ایشیا میں بھی صدیوں کا غلبۂ اسلام شیعوں کی شیطنت سے بتدریج ہو گیا اور ۱۸۵۷ء میں اغیار کے ہاتھوں مغلوب ہو گیا۔ اس کے بعد جب مذکورہ بالا ادارۂ خلافتِ عثمانیہ (۱۹۲۴ء) بھی رونما ہو گیا تو اس دوہرے حادثہ نے متحدہ مسلمانانِ عالم کو منتشر و متفرق کر کے رکھ دیا۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے خلافتِ عثمانیہ کے زیر اثر برصغیر کی مسلم حکومت زیر کی گئی اور پھر خاتمۂ خلافت کے ذریعہ دنیا کی بقیہ مسلم حکمرانی کئی ٹکڑیوں میں بانٹ دی گئی۔

اسرائیل کی ناجائز ولادت اور سیاسی سازشوں کا نیا دور

(۱) اگرچہ ۱۹۲۴ء میں عالمِ اسلام کا مرکزی ادارۂ خلافت مسمار کیا جا چکا تھا اور اہلِ اسلام چھوٹے چھوٹے علاقوں، خطوں اور ملکوں میں تقسیم کئے جا چکے تھے، پھر بھی یہود اور آلِ یہود اپنی سیاسی بساط شطرنج پر ان بکھرے ہوئے مسلمانوں کو اور دبا لینے اور مکمل مات دینے میں مصروف رہے۔ اس سازشی پس منظر کے باوجود ۱۹۴۷ء میں دنیا کے نقشہ پر وقت کا سب سے بڑا مسلم ملک

پاکستان نمودار ہوگیا، چنانچہ پوری عالمی یہودیت حرکت میں آگئی اور اس کے دونوں عالمی مہروں یعنی امریکہ اور روس کے اتصال سے اگلے ہی سال ۱۹۴۸ء میں مسلمانوں کی اہم سرزمینِ فلسطین پر "اسرائیل" کا ناجائز تولد ہوگیا۔ اس نئی قنادریال کا مقصد یہ تھا کہ اسرائیل اور ایران مل کر ایک طرف تو پاکستان کے پرخچے اڑا سکیں اور دوسری طرف مسلم مشرقِ وسطیٰ (بشمول حرمین شریفین) پر بالادستی حاصل کر سکیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ دو سال کے اندر ۱۹۵۰ء میں جہاں اسرائیل اور ہندوستان کے مابین سفارتی تعلقات استوار ہوگئے، وہیں اسرائیل اور ایران میں ایک دوسرے کے سفارتی مشن بھی قائم ہوگئے۔ اسطرح پوری امّت اسلامیہ کے خلاف یہود، آلِ یہود (اہل تشیع) اور ہنود کا نیا تکون وجود میں آیا اور یہ تکون یا تگڈم عالمی طاقتوں (امریکہ اور روس) کی اعانت سے آج تک برسرِعمل ہے۔ حسبِ پروگرام اسرائیل نے مشرقِ اوسط کے مسلم ممالک سے تجربہ آزمائی شروع کردی اور ۱۹۵۶ء تک اپنی ناجائز زمین میں مزید اضافہ کرلیا۔ اس کے بعد اسرائیل نے ۱۹۶۷ء میں مسلمانوں کے قبلۂ اوّل (بیت المقدس) پر بھی قبضہ کرلیا، مگر پھر بھی اس کا توسیعی منصوبہ جاری رہا۔ ایک جانب اگر اسرائیل پیہم مسلم عرب کے خلاف برسرِجنگ رہا تو دوسری جانب ایران تیل کا ایندھن اسرائیل کو مسلسل فراہم کرتا رہا۔ جب ۱۹۷۹ء میں خمینی نے ایرانی اقتدار سنبھالا تو ایران و اسرائیل تعلقات مزید مستحکم ہوگئے ۱۹۸۰ء میں ایران کو اسرائیل نے جدید اسلحہ فراہم کرنے کا آغاز کیا "تاکہ ایران" "اسلام" کے نام پر اسلامی بلادِ عرب کو زیر و زبر کرسکے۔ اسی بنا پر ایران ۱۹۸۰ء میں ہی عراق سے برسرِپیکار ہوگیا اور کچھ عرصہ بعد اسرائیل بھی عراق کی ایٹمی و جوہری تنصیبات پر حملہ آور ہوا۔ ایران کو اسرائیلی ہتھیاروں کی فراہمی آج تک جاری ہے اور ایران اپنے آقا کے لیے پورے عرب کو ہتھیانے پر تلا ہوا ہے۔ یہ ہی وجہ

ہے کہ لبنان میں بھی اسرائیلی پشت پناہی کے ساتھ ایرانی گماشتے (امل ملیشیا وغیرہ) فلسطینی مسلمانوں کو ذبح کرتے رہے ہیں۔ غرضیکہ ۱۹۴۸ء سے ہی اسرائیل اور ایران کا مشترکہ منصوبہ یہ ہے کہ مسلم عرب (بالخصوص حرمین مقدس) کا جلد تیا پانچا کر دیا جائے۔

(۲) ادھر پاکستان میں بھی اغیار کی ٹھیک وہی سازشی سیاست کارفرما رہی قیام پاکستان (۱۹۴۷ء) کے صرف آٹھ سال بعد ہی ۱۹۵۵ء میں ایک سازش کے ذریعہ شیعہ کارندہ اسکندر مرزا ملک کا سربراہ بن بیٹھا جس نے صرف تین سال (۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۸ء) کی مختصر مدت میں پاکستان پر چار ضرب کاری لگا دیئے۔ اولاً یہ کہ پاکستانی صوبۂ بلوچستان کی ریاست قلات کے خلاف جارحانہ اقدام کیا کیونکہ وہاں عرصہ دراز سے شرعی قوانین نافذ تھے۔ دوسرے یہ کہ اسی پاکستانی صوبہ بلوچستان (ملحقہ ایران) کا ایک بڑا سرحدی رقبہ جو تیل کی دولت سے مالامال تھا ایران کے حوالے کر دیا تیسرے یہ کہ پاکستان کا اسلامی آئین منسوخ کر ڈالا اور چوتھے یہ کہ ایرانی النسل نصرت بھٹو کے شوہر ذوالفقار بھٹو کو مرکزی وزیر بنا دیا جس نے آگے چل کر دوسرے شیعہ سربراہ مملکت آغا یحییٰ کے مشن کو مکمل کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا اور ۱۹۷۱ء میں بالآخر پاکستان کو ان دونوں نے دو ٹکڑے کر ڈالا چونکہ اس وقت کی سب سے بڑی اسلامی مملکت نہ صرف سارے اسلامیانِ عالم کے لیے مضبوط دفاعی ڈھال اور دین اسلام کیلئے مضبوط قلعہ کا درجہ رکھتی تھی بلکہ حرمین شریفین کے لیے بھی حفاظتی حصار کا مقام رکھتی تھی لہٰذا دشمنان اسلام نے اسکیم یہ بنائی کہ پاکستان کو اندرونی خانہ جنگی اور بیرونی حملے کا بیک وقت نشانہ بنایا جائے تاکہ چکی کے ان دو پاٹوں کے درمیان اسے پیس دیا جائے۔ ۱۹۷۱ء میں یہی کچھ ہوا، آغا یحییٰ اور ذوالفقار بھٹو نے ملکر پاکستانی اکثریت کے منتخب کردہ نمائندے مجیب الرحمٰن کو اقتدار سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اس ظلم و زیادتی کے خلاف حسب توقع مجیب الرحمٰن کے حلقہ انتخاب مشرقی پاکستان میں زبردست سیاسی احتجاج شروع ہو گیا

اور طے شدہ پروگرام کے مطابق یحییٰ اور بھٹو نے وہاں فوجی کاروائی کے ذریعہ نہ صرف خانہ جنگی بپا کردی بلکہ ہندوستان کو بھی بالواسطہ دعوت دے دی کہ وہ حرکت میں آجائے اور یہ موقع سے فائدہ اٹھا کر حملہ کر دے۔ جواباً ہندوستان نے وہی کیا اور مشرقی پاکستان کو یک دم مغربی پاکستان سے کاٹ کر جدا کر دیا۔ بالآخر ایک ہی تیر سے دو شکار کر لئے گئے، پاکستان آدھا کر دیا گیا اور بچا کھچا مغربی پاکستان (ملحقہ ایران) آئندہ ایران کے لیے ایک لقمہ تر بنا دیا گیا۔ اس کا مزید ثبوت یہ ہے کہ یحییٰ نے بچے کھچے پاکستان کا اقتدار ناجائز طور پر بھٹو کے حوالے کر دیا اور بھٹو نے اعلان کیا کہ "نئے پاکستان" کا بڑا بھائی ایران ہے بعد ازاں شہنشاہ ایران کے اشارے پر بھٹو نے پاکستانی صوبہ بلوچستان (ملحقہ ایران) میں فوجی کاروائی کی تاکہ وہاں ایران موقع نکال کر قبضہ جما لے۔ مگر بلوچی مسلمانوں نے اس شیعہ سازش کو ناکام بنا دیا۔ پھر ۱۹۷۷ء میں پوری پاکستانی قوم نے بھٹو کو اٹھا کر باہر پھینک دیا اور مخلص مسلمان جنرل ضیاء الحق کو موقع فراہم کیا کہ وہ اصلاح احوال کر سکیں۔ جب ۱۹۷۷ء سے صدر ضیاء الحق نے ٹوٹے پھوٹے پاکستان کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر نو شروع کی تب سے ہی یہود اور آل یہود (اہل تشیع) نے آج تک واویلا مچایا ہوا ہے۔ ایک ہدف تو یہ ہے کہ پاکستان کا اسلامی تشخص مٹا کر اسے پانچ قومیتوں میں تقسیم کر دیا جائے اور دوسرا محاذ یہ ہے کہ پاکستان کی مادی و دفاعی قوت کو مفلوج کر دیا جائے مثلاً ایک طرف تو معروف شیعہ لیڈر و شاعر رئیس امروہوی کا فتنہ پرور اعلان کہ پنجتن کی قسم پاکستان میں پانچ قومیتیں ہیں (جنگ کراچی۔ ۵ ستمبر ۱۹۸۳ء) نے پوری تحریک کھڑی کر دی تو دوسری جانب شیعہ صحافی مشاہد حسین نے پاکستان کے جوہری اور ایٹمی توانائی پروگرام کو سبوتاژ کرنے کے لیے مارچ ۱۹۸۴ء میں عالمی اسکینڈل کھڑا کر دیا تاکہ کچلے ہوئے پاکستان کا مزید کچومر نکال دیا جائے۔ المختصر، پاکستان کے خلاف روز اول سے سازش یہ جاری ہے

کہ اس عظیم مسلم ملک کو دنیا کے اہلِ اسلام اور مرکزِ اسلام (حرمین شریفین) کا محافظ بننے سے بہر صورت باز رکھا جائے۔

جدید ایران و اسرائیل کا یکساں و حتمی ہدف ۔ حرمین شریفین

سطورِ بالا میں پچھلی چودہ صدیوں کا جو مختصر تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے، وہ یہودیت اور شیعیت کے بنیادی حقائق کو بیک نظر واضح کر دیتا ہے۔ اولاً یہ کہ مذہب شیعہ کا بانی مبانی ابن سبا یہودی تھا دوسرے یہ کہ ابن سبا کے تانطے شیعیت نسلاً اور اصلاً وہی یہودیت ہی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس رشتے سے یہود اور آلِ یہود (اہلِ تشیع) دونوں ہی اسلام کے خلاف گذشتہ چودہ صدیوں سے مسلسل تخریب کاری کرتے رہے ہیں اور چوتھے یہ کہ اسی دیرینہ نسبت سے نہ صرف شیعیت اور یہودیت کا نصب العین ایک ہے بلکہ عصرِ حاضر کے ایران اور نوزائیدہ اسرائیل کا حتمی ہدف بھی یکساں ہے البتہ جب وہ عالمی خلافتِ عثمانیہ جو دنیا کی سپر پاور بھی تھی اور دنیا کے تمام مسلمانوں کا سیاسی مرکز و محور بھی تھی درہم برہم کر دی گئی، اس کے بعد ہی یہود اور آلِ یہود نے اپنا حتمی ہدف مسلمانوں کا "روحانی مرکز" بنایا۔ اسی غرض سے نئی حکمتِ عملی کے تحت پہلے مرحلے میں اسرائیل نے جنم لیا، دوسرے مرحلے میں اسرائیل نے ایران کی بالواسطہ اعانت سے مسلمانوں کے قبلۂ اوّل (بیت المقدس) پر قبضہ کیا اور پھر تیسرے اور آخری مرحلے میں یہ دونوں ممالک مرکزِ اسلام یعنی حرمین شریفین پر تسلط کے لیے ہر ابلیسی حربہ استعمال کرتے رہے ہیں۔ ۱۹۴۸ء میں ولادتِ اسرائیل کے موقع پر ہی اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے اعلان کر دیا تھا کہ یہودی حکومت ان تمام مسلم علاقوں پر قبضہ کرے گی جہاں سے یہودی نکالے گئے تھے۔ اسی لیے اسرائیلی پارلیمنٹ بلڈنگ پر جو "وسیع تر اسرائیل" کا نقشہ آویزاں ہے اس کی حدود میں حرمین مقدس شامل ہیں۔ ٹھیک اسی یہودی

نقشہ پر ایرانی سربراہ خمینی عرصۂ دراز سے گامزن ہے جس کے چند شواہد درج ذیل ہیں

(۱) خمینی نے ایران کی سربراہی (۱۹۷۹ء) سے برسوں پہلے ولادتِ اسرائیل کے وقت ایک نہایت معنی خیز کتاب "کشف الاسرار" لکھی تھی جس میں اس نے گیارہویں صدی ہجری کے شیعہ پیشوا باقر مجلسی کی تحریر "حق الیقین" کو بہت نمایاں کیا تھا اور باقر مجلسی کی زبانی خمینی نے بالواسطہ یہ دعویٰ کیا تھا کہ:۔

(الف) جب "صاحب الامر" اپنے منصب پر فائز ہو جائیں گے تو سب سے پہلے مکہ معظمہ پر قبضہ کریں گے۔

(ب) پھر وہ صاحب الامر مدینہ منورہ جا کر پہلے محمدؐ سے بیعت لیں گے پھر ابوبکرؓ اور عمرؓ کو قبروں سے نکال کر زندہ کریں گے اور سولی پر چڑھائیں گے۔

(ج) پھر عائشہؓ کو زندہ کر کے سزا دیں گے اور آخر میں تمام سنیوں (مسلمانوں) خصوصاً علماء کو قتل کر کے نیست نابود کر دیں گے۔

(بحوالہ "حق الیقین" صفحات ۱۳۹، ۱۴۵، ۵۲۷)

(۲) خمینی نے اپنی حکومت قائم کرنے سے کچھ ہی پہلے اپنا ابلیسی منصوبہ براہ راست بھی منکشف کر دیا تھا۔ اور کہا تھا کہ "دنیا میں ہماری قوت اس وقت تک تسلیم نہیں ہو سکتی جب تک مکہ اور مدینہ پر ہمارا قبضہ نہیں ہو جاتا اور چونکہ یہ علاقہ مہبط الوحی اور مرکز اسلام ہے اس لئے اس پر ہمارا تسلط ضروری ہے اور میں جب فاتح بن کر مکہ اور مدینہ میں داخل ہوں گا تو روضہ رسولؐ میں پڑے ہوئے دو بتوں یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کو نکال باہر کروں گا"

(بحوالہ خمینی ازم اور اسلام صفحہ ۸، مؤلفہ ابوریحان فاروقی)

(۳) خمینی نے ۱۹۷۹ء میں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد پوسٹروں اور بینروں

کے ذریعہ اپنے جس پلان کی تشہیر کرائی اس کی عبارت یہ تھی کہ "ہم جنگ آزما ہوں یہاں تک کہ غاصبوں کے قبضے سے اپنی مقدس زمینیں (یعنی عراق کربلا اور سعودی مدینہ منورہ) اور خانہ کعبہ اور یروشلم واپس لیں گے"۔

(بحوالہ ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ اگست ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۱)

(۴) ایرانی اقتدار فروری ۱۹۷۹ء میں خمینی کے ہاتھ آیا اور صرف نو ماہ بعد ہی ایک مسلح گروہ نے حرم کعبہ پر نومبر ۱۹۷۹ء میں حملہ کیا، سینکڑوں مسلمانوں کو ہلاک کیا اور دو ہفتوں سے زیادہ تک حرم بیت اللہ پر قبضہ جمائے رکھا تاہم ناپاک قبضہ ناکام ہو کر رہا۔

(۵) اس کے بعد ہر سال عین حج کے دوران خمینی کے کارندے حدود حرمین میں ہنگامے کر کے حرمت حرمین پامال کرتے رہے۔ مرکز امن کو پراگندہ کرنے کا یہ شیطانی دھندہ گذشتہ سال ۱۹۸۷ء تک لگاتار چلتا رہا۔ حالانکہ ۱۹۸۶ء میں ہی حرمین کو آتشیں بموں سے اڑا دینے کی سازش پکڑی جا چکی تھی (تفصیل اوپر ابتدائیہ میں مذکور ہے) اس کے باوجود ۱۹۸۷ء کے حج کے لیے خمینی نے اپنی آل اولاد کو یہ ہدایات دی تھیں کہ "حج کو کافروں سے اظہار برات تبرا کے لیے استعمال کریں اور ایام حج میں زبردست مظاہروں کا فریضہ انجام دیں اور یہ کہ یہ حج بالکل فیصلہ کن اور کچل دینے والا (CRUSHING) حج ہونا چاہئے۔

(بحوالہ "ایمپیکٹ انٹرنیشنل" لندن ۱۴ تا ۲ اگست ۱۹۸۷ء)

ان ہی ہدایات کے مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۸۷ء کو جو مسلح جلوس حرم کعبہ کے اطراف مارچ کر رہا تھا، اس کے بینروں پر صاف لکھا ہوا تھا کہ "لبیک یا خمینی" اور "اپنے آپ کو مسلح کر لو اور ہتھیار اٹھا لو"، اس کے ساتھ ہی اس مسلح ٹولے نے وہ خون خواری و خونریزی برپا کی جس کی تفصیل منظر عام پر آ چکی ہے۔ خلاصہ یہ ہے

کہ عصرِ جدید میں اسرائیل اور ایران دونوں کا حتمی ہدف مسلمانوں کا مرکز روحانی (حرمین) ہے۔ لہٰذا حرمین کو تاخت و تاراج کرنے اور اس سرزمین مقدس پر قبضہ کرنے کے لیے آج کل حکمت عملی یہ ہے کہ ہراول دستہ تو ایران کا ہو اور اس کو کمک اسرائیل بہم پہنچا رہا ہے۔

حاصلِ کلام

آج سانحۂ حرم کے حوالے سے یہود اور رافضی یہود (اہل تشیع) کی کھلی جو دو صدیوں سے جاری اسلام دشمنی طشت از بام ہو چکی ہے اور قرنِ اوّل کے ابن سبا یہودی (بابائے تشیعیت) سے لے کر دورِ حاضر کے خمینی تک تمام چہرے تاریخ کے آئینہ میں بالکل بے نقاب ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اب آخری موقع ہے کہ مسلمانانِ عالم خوابِ غفلت سے بیدار ہوں اور اپنی بقا اور اپنے مرکز حرمین شریفین کی حفاظت کیلئے کم از کم ان آستین کے سانپوں کی بلا تاخیر اور مکمل سرکوبی کر دیں۔ ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے!

بریلوی مکتب فکر کے مقتدا اور پیشوا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ!

بالجملہ، ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض زنا ہوگا اولاد ولد الزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی۔ اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی۔ کہ زانیہ کے لیے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا۔ سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکے میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لیے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لیے مذکور ہوئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سنی بنیں۔

وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ

محمدی، سنی، حنفی، قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

بریلوی مکتب فکر کے معتمد اور پیشوا اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ!

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں۔ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا محض زنا ہوگا۔ اولاد ولد الزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی۔ اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا۔ سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکے میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لئے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لئے مذکور ہوئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوے کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے سچے پکے مسلمان سنی بنیں۔

وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی

محمدی، سنی، حنفی، قادری ۱۳۰۱ھ
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

باب دوم

مکہ مکرمہ کی خونی کہانی ــــ تصاویر کی زبانی

باب اوّل میں یہ تاریخی حقیقت تو بالکل واضح ہو چکی ہے کہ پچھلی چودہ صدیوں سے یہود و آلِ یہود (اہلِ تشیع) مسلسل اور مشترکہ طور پر اسلام کے "سیاسی مرکز" اور اسلام کے "روحانی مرکز" دونوں کے خلاف تخریب کاریاں کرتے چلے آئے ہیں آخر کار جب اِن دشمنانِ اسلام نے ۱۹۲۳ء میں دنیا سے پہلی مرتبہ عالمی ادارہ خلافت ختم کر ڈالا یعنی یہ کہ خلافت عثمانیہ جیسا مضبوط و مستحکم اور آخری سیاسی مرکز اسلامیہ دنیا کی تاریخ سے مٹا ڈالا تو پھر ان کا اصل ہدف مسلمانوں کا روحانی مرکز (حرمین مقدس) بن گیا۔ اسلام کے باقی ماندہ اس دوسرے مرکز یعنی حرمین شریفین کو بھی تباہ و برباد کرنے کے لیے عالمی یہودیت اور شیعیت نے پہلے سے زیادہ سرگرم ہو کر مختلف حربے اور ہتھکنڈے ــــ استعمال کرنا شروع کر دیئے اسی مقصد سے ۱۹۴۸ء میں اسرائیل وجود میں آیا۔ اور آگے چل کر ۱۹۷۹ء میں ایران کا اقتدار خمینی کے ہاتھوں میں آیا۔ فروری ۱۹۷۹ء میں ایرانی اقتدار خمینی کے ہاتھ آنے کے صرف نو ماہ بعد ہی ایک مسلح گروہِ شیاطین نے نومبر ۱۹۷۹ء میں حرم کعبہ پر قبضہ کر لیا جو سترہ روز تک جاری رہا۔ تاہم بڑی مشکل سے کعبۃ اللہ کو اس ناپاک قبضہ سے آزاد کرا لیا گیا۔ اس کے باوجود اگلے ہی سال سے خمینی کے کارندوں نے ہر سال موسمِ حج اور حدودِ حرمین کے اندر نعروں، مظاہروں اور ہنگاموں کا سلسلہ قائم کر دیا جو تا حال جاری و ساری ہے۔ دریں اثنا ۱۹۸۶ء میں ایرانی دہشت گردوں نے حرمین مقدس کو آتش گیر بارود سے اڑا دینے کی بھی عملی کوشش کی۔ مگر ناکام بنا دی گئی اور تمام مجرم پکڑے گئے۔ اس ناکامی

و نامرادی کے سبب اگلے سال ۱۹۸۷ء میں دوسرے پلان کے تحت حرم مکہ میں بہت بڑے پیمانے پر قتل و غارتگری بپا کی اور وہ بھی حسب سابق عین ایام حج میں۔ یاد رہے کہ دورِ جاہلیت میں کفار و مشرکین تک حرم مبارک کا اتنا احترام کرتے تھے کہ حدود حرم میں اپنے دشمن کو بھی گزند نہیں پہونچاتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو نبی کریمؐ نے فرمایا کہ حدود حرم میں حیوانات و نباتات کو بھی کوئی گزند نہ پہونچائی جائے اس کے بعد تو یہ حکم بھی فرمادیا گیا کہ حالت احرام میں کوئی مسلمان وہاں مکھی اور مچھر تک نہ مارے۔ ان صریح احکامات کے باوجود خمینی کے شیعوں نے اس عظیم بیت اللہ الحرام کی عظمت و حرمت پامال کرتے ہوئے وہاں سینکڑوں مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا۔ یہ ہے شیعہ مذہب کا عملی مظہر۔ اس حالیہ خون خواری اور خونی کہانی کی تفصیلات یہاں دوہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ دنیا کے اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔ البتہ یہاں شائع شدہ تصاویر میں سے چند تصاویر ضرور ملاحظہ فرمائیے اور ان شیعہ شیاطین کے ابلیسی عزائم و جرائم کا مشاہدہ کر لیجئے کہ کس طرح عالمی یہودیت کے تحت یہ آلہٰ یہود اہل تشیع عالمی مرکز اسلام (حرمین شریفین) کو نیست و نابود کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس مشاہدے سے وہ تازہ ترین سازش سمجھی جا سکے گی جو اگلے باب سوم میں پیش کی جا رہی ہے۔

ایرانیوں کے

جرم کا منہ بولتا ثبوت

حرمین کو بارود سے اڑانے کی کوشش

تصاویر کے آئینہ میں۔ ۷ر اگست ۱۹۸۶ء

(۳ر ذوالحجہ ۱۴۰۶ھ)

ایک ایرانی حاجی جو ایران کے حکام کی دی ہوئی ہدایات بتا رہا ہے

ایرانی حاجیوں نے گزشتہ سال

آتشگیر مادہ لانے کی کوشش کی تھی

سعودی پریس ایجنسی جدہ۔ سعودی ٹیلیویژن نے گزشتہ شام ایک دستاویزی فلم دکھائی ہے جس میں دکھایا گیا تھا کہ گزشتہ برس بعض ایرانی حاجیوں نے شاہ عبدالعزیز انٹرنیشنل ایرپورٹ کے ذریعے آتش گیر مادے کی ایک بھاری تعداد سعودی عرب میں لانے کی کوشش کی تھی۔ تفتیش کے دوران ایک بیگ کی نچلی تہہ سے آتشگیر مادہ برآمد ہوا۔ اس مادے کا مجموعی وزن اکیاون کلوگرام تک پہنچ گیا۔ آتش گیر مادے کے ایک سعودی ماہر نے بتایا ہے کہ یہ مادہ سی فور (۴ ـ ۲) کہلاتا ہے اور یہ آر ڈی ایکس مواد پر مشتمل ہوتا ہے جو کہ سخت ترین فوجی پلاسٹک آتشگیر مادہ شمار ہوتا ہے۔ یہ مادہ تجارتی طور پر پایا نہیں ہے یہ صرف فوجی مقاصد کے لئے فوجی فیکٹریوں میں ہی تیار ہوتا ہے اور اس مادے کا ایک کلوگرام صرف ایک گاڑی کو تباہ کرنے اور دس میٹر کے قطر کے دائرے میں ۸۵ فیصد لوگوں کی موت کا سبب بن سکتا ہے

ایرانی حاجیوں سے برآمد ہونے والا آتشگیر مادہ

ایرانی حاجیوں سے دفتر کی تفصیلات معلوم کی جا رہی ہیں

حرمت کعبہ کی بے حرمتی کی منہ بولتی تصاویر

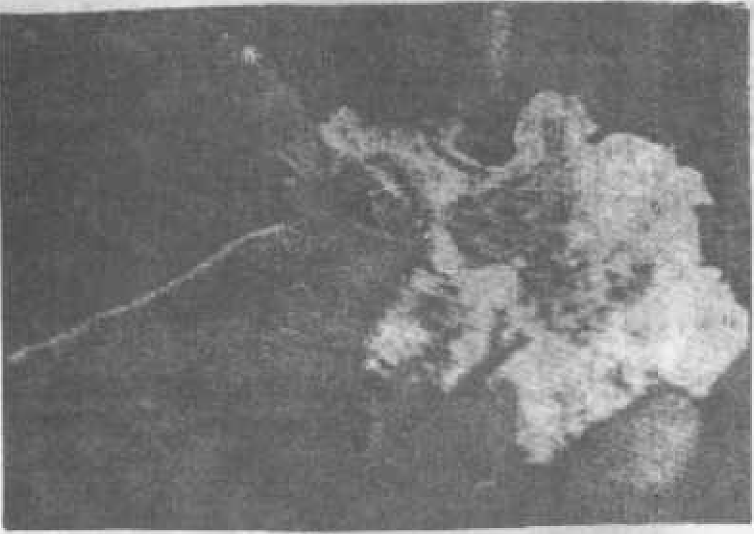

آتش گیر مادہ جو ایرانی حاجیوں کے قبضے سے برآمد ہوا

ایرانی حاجیوں کے وفد کا سربراہ

حرمتِ حرم کی بے حرمتی کی منہ بولتی تصاویر

۳۱ر جولائی ۱۹۸۷ء (۶ر ذوالحجہ ۱۴۰۷ھ)

یہ تصویریں ایرانی حکام کا پول کھول رہی ہیں جنھوں نے پچیس ہزار کرائے کے آدمی لاکر مکہ معظمہ میں ڈالے تھے تاکہ وہ حجاج کے درمیان گھس کر ارضِ مقدس اور شہرِ حرام میں پُرتشدد مظاہرہ کریں اور ان آیت اللہ حضرات کی تصویریں اٹھاکر شرمناک حرکت کریں جنھوں نے ساری دنیا کے سامنے اسلام کا حلیہ بگاڑ کر دکھدیا۔ کرائے کے ان آدمیوں نے آگیں لگائیں۔ بے گناہ لوگوں کو اپنے قدموں تلے روندا۔ ہزاروں کی تعداد میں حجاج کو تیز دھوپ میں گھیرے رکھا اور انھیں اپنے گھروں کو لوٹ جانے نہ دیا۔ ان پر ڈنڈوں اور پتھروں کی بارش کی اور ان کے ایمان سے منور سینوں میں خنجر اور چھریاں ماردیں۔ یہ سب کچھ خمینی کے آدمیوں نے اسلام کے نام پر کیا۔

ایرانی مظاہرین حرم کو جانے والے راستے روکے ہوئے ہیں

[illegible]

مظاہرین کو لاؤڈ اسپیکروں کے ذریعہ ہنگامہ آرائی پر اکسایا جا رہا ہے

ایرانی خواتین بھی مظاہرے میں شریک تھیں

حاجیوں اور شہریوں پر پتھراؤ

مظاہرین خلاف شرع بینر اٹھائے ہوئے ہیں

مکہ مکرمہ کی گلیوں کے وسط میں حرمت کی پامالی

تخریب کار مظاہرین کا جلوس مکہ کی ایک شاہراہ پہ

ایرانی تخریب کار حملہ آور ہو رہے ہیں

ایرانیوں کے مظاہرہ کا ایک منظر

مکہ میں ایرانیوں کی بجلی کے کھمبوں پر شر انگیزی

مظاہرین تخریب کاری کا آغاز کر رہے ہیں۔

مکہ کی شاہراہ پر ایرانی تخریب کاروں کے مظاہرہ کا ایک منظر

تخریب کار مظاہرین کا ایک جلوس

ایرانی مظاہرین ایک موٹر سائیکل کو آگ لگا رہے ہیں

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کی بجائے "لبیک یاخمینی"

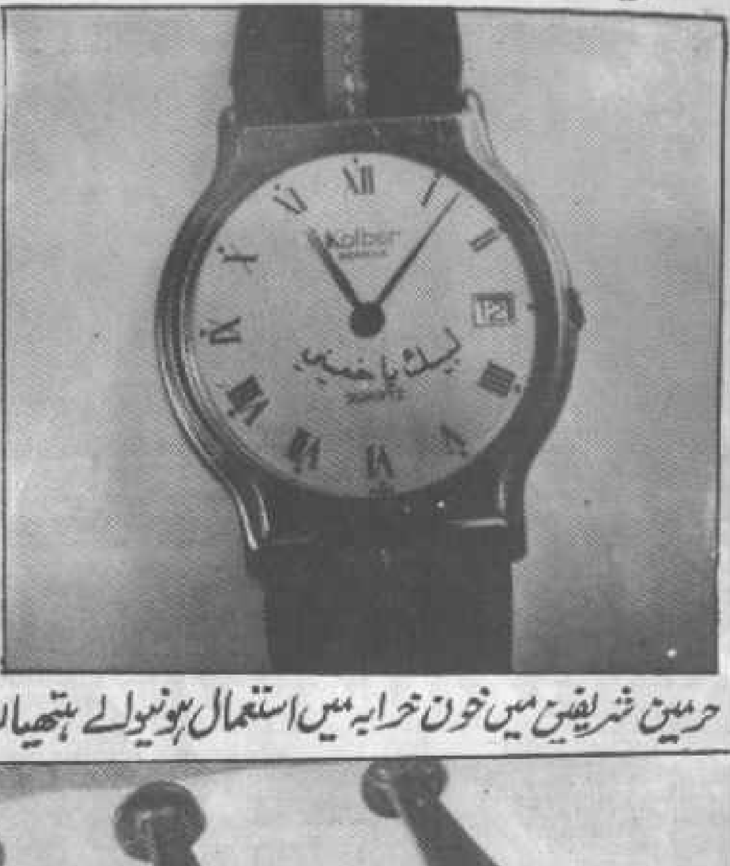

حرمین شریفین میں خون خرابہ میں استعمال ہونیوالے ہتھیار

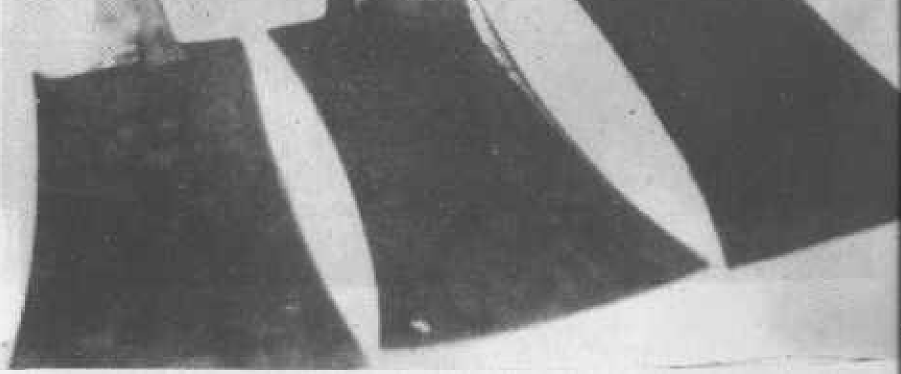

حرمین شریفین میں خون خرابہ میں استعمال ہونیوالے چند ہتھیار

حرمین شریفین میں خون خرابہ میں استعمال ہونیوالے ہتھیار

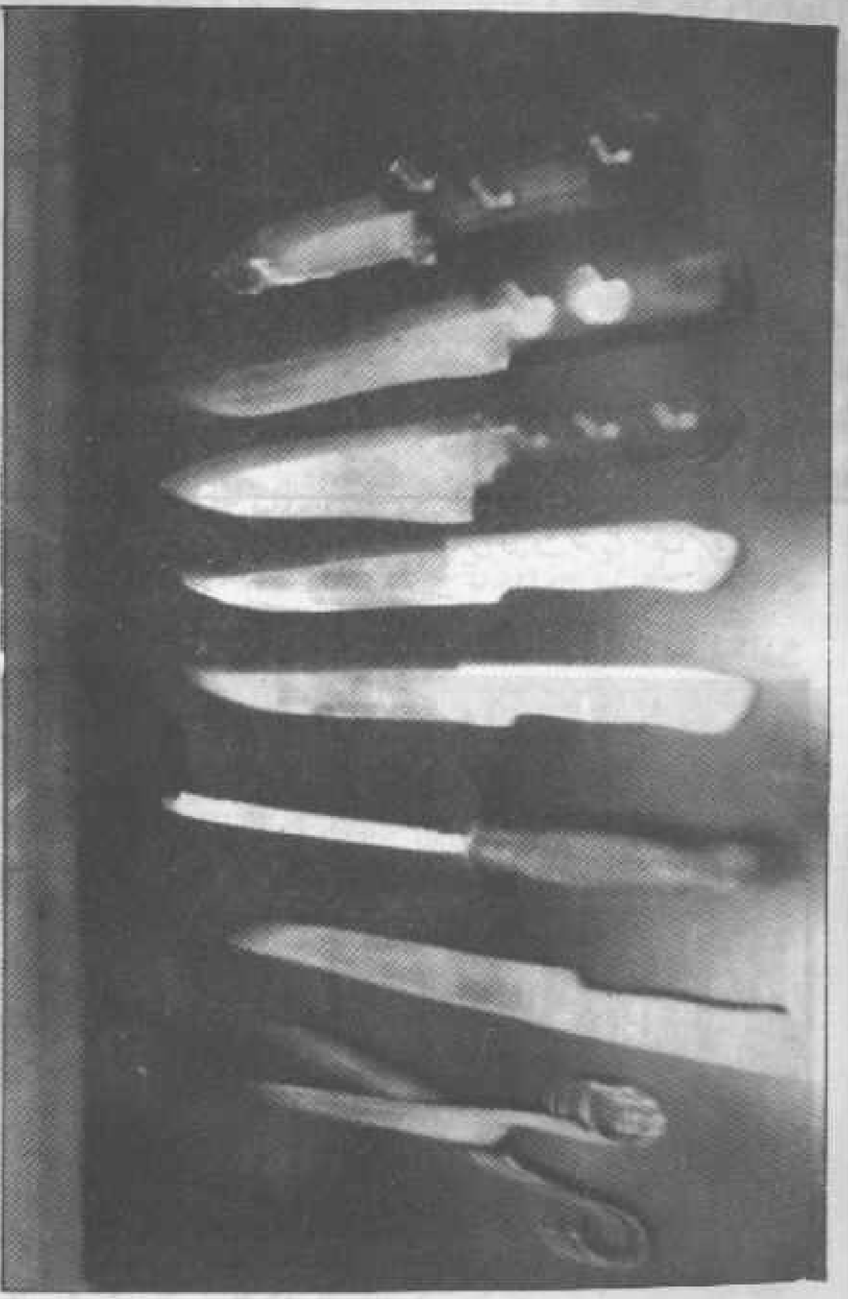

ایرانی تخریب کاروں کا بیت اللہ میں خلاف شرع مظاہرہ

باب سوم

حرمین مقدس پر قبضہ کرنے کے لیے تازہ ترین شیعہ سازش

"قبل اس کے کہ حرمین شریفین پر قبضہ کرنے کے لیے ایران کی تازہ ترین سازش بیان کی جائے پچھلے چودہ سو سالہ تاریخی جائزے کا لب لباب سامنے رکھنا ضروری ہے۔ گذشتہ تاریخ اسلام کے مطالعہ کا نچوڑ یہ ہے کہ جب حضور نبی اکرمؐ کے ذریعہ اسلام کا عملی قیام وجود میں آیا تو اسی وقت سے عالمی یہودیت نے اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں، مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کے "سیاسی مرکز" اور اسلام کے "روحانی مرکز" دونوں کے وجود کو مٹا دیا جائے۔ اس غرض سے ہزاروں سال پرانی اور سازشی یہودیت نے ابن سبا یہودی کے بطن سے شیعہ مذہب کو جنم دیا تا کہ مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کے ذریعہ اسلام کی متحدہ قوت، منظم اجتماعیت اور مستحکم مرکزیت کو سبوتاژ کیا جا سکے۔ لہٰذا ابن سبا یہودی نے اپنے شیعوں کے ساتھ پہلا قدم اسلام کے "سیاسی مرکز" کو متزلزل کرنے کے لیے اٹھایا۔ ان اہل تشیع نے مرکزی خلافتِ وقت کے خلاف عملی اقدام کی ابتدا اس طرح کی کہ خلیفۂ وقت سیدنا عثمان ذوالنورینؓ کو عین ماہ حرام (ذوالحجہ ۳۵ھ) میں اور عین حرم نبویؐ کے اندر ذبح کر دیا۔ یوں یہود اور آل یہود نے پہلے مرتبہ ملکر نہ صرف سیاسی مرکز اسلامیہ پر ہاتھ اٹھایا بلکہ مسلمانوں کے حرم مقدس کی حرمت پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ اولین دشمنانِ اسلام کی یہی دو دھاری تلوار تاریخ میں آج تک مسلسل استعمال ہوتی چلی آئی ہے پچھلی چودہ صدیوں میں ایک طرف تو خلافتِ راشدہ، خلافتِ بنو امیہ، خلافت عباسیہ اور آخری خلافتِ عثمانیہ کی عالمی مرکزیت یکے بعد دیگرے ختم کی جاتی رہی ہیں

تو دوسری جانب حرمتِ حرمین بھی وقتاً فوقتاً روندی جاتی رہی ہے جب آخری عالمی خلافت عثمانیہ ۱۹۲۴ء میں ختم کردی گئی جو دنیا میں واحد سپر پاور بھی تھی اور اسلام کا "سیاسی مرکز" بھی تھی، اس کے بعد سے یہودیت اور شیعیت کی مشترکہ قوت اسلام کے "روحانی مرکز" (حرمین محترم) کی تسخیر اور تباہی پر لگ گئی۔ اس دوسرے مرحلے میں سب سے پہلے ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کی ناجائز ولادت عمل میں لائی گئی اور فوراً ہی اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے باقاعدہ اعلان کر دیا کہ یہود جس خطۂ زمین سے ماضی میں نکالے گئے تھے یعنی حرمین، اس پر وہ قبضہ کر کے رہیں گے۔ اس یہودی اعلان کے ساتھ ساتھ ہی آل یہود کے خمینی کا یہ اعلان بھی اس کی کتاب "کشف الاسرار" کے ذریعہ سامنے آیا۔ کہ جب صاحب الامر ظاہر ہوں گے تو وہ مکہ اور مدینہ پر قبضہ کریں گے۔ پھر ابو بکرؓ و عمرؓ و عائشہؓ کو قبروں سے نکال کر انھیں سزا دیں گے اور پھر تمام سنیوں (یعنی مسلمانوں) کو قتل کر دیں گے۔ ان یہودی و شیعی یکساں عزائم کے ساتھ یہ دشمنانِ اسلام آگے بڑھتے رہے اور بالآخر ۱۹۶۷ء میں مسلمانوں کے قبلۂ اوّل (بیت المقدس) پر یہود قابض ہو گئے ۱۹۴۸ء اور ۱۹۶۷ء کی منازل طے کر لینے کے بعد سے آج تک یہود اور آل یہود اب آخری منزل یعنی تسلط حرمین کی جانب پیش قدمی کر رہے ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ ۱۹۷۹ء میں خمینی کی انقلابی حکومت ایران میں قائم ہوئی اور اسی سال سے حرمین شریفین میں حملوں اور ہنگاموں کا سلسلہ شروع ہو گیا جو ہر سال ایام حج میں ۱۹۸۷ء تک جاری رہا۔ بہرحال یہودی ماسٹر کا یہ شیعی ہراوّل دستہ اپنے اس حتمی مقصد میں ۱۹۸۷ء تک ناکام رہا کہ مسلمانوں کا روحانی مرکز بھی ان کے سیاسی مرکز کی طرح تباہ و برباد کر دیا جائے یعنی یہ کہ مسلمانانِ عالم کی روحانی

مرکزیت بھی ٹھیک ان کی سیاسی مرکزیت کی طرح دنیا سے مٹا دی جائے۔

(۲) جولائی ۸۷ء کی آخری ناکامی و نامرادی کے بعد یہودی آقا کے اشارے پر خمینی نے نیا منصوبہ بنایا جس کے تحت دنیا بھر میں ایرانی سفارتخانے حج کانفرس اور حج سیمینار منعقد کر رہے ہیں اور جہاں یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ مکہ اور مدینہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور بین الاقوامی کنٹرول میں دیا جائے یہ نئی اور گہری چال بڑی کثیر الجہت ہے۔ مثلاً اس سے تو مملکت حرمین دو ٹکروں میں تقسیم ہو کر کمزور ہو جائے گی، میزبانِ حرم کی ذلت و خواری ہو جائے گی، مسلمانوں میں انتشار و خلفشار کی دائمی لہر پیدا ہو جائے گی، اور گذشتہ نو برسوں کی شیعہ ہنگامہ آرائی اور قتل و غارتگیری حرمین میں سالانہ کی بجائے روزانہ کا معمول بن جائے گی۔ اس تازہ سازشی مطالبے کا اصل مقصود یہ ہے کہ حرمین کے روحانی مرکز کو ایک اکھاڑہ بنا دیا جائے تاکہ پیہم اکھاڑ پچھاڑ سے وہاں نہ مسلمان سلامت رہیں اور نہ ہی مسلمانوں کا قبلہ و کعبہ باقی رہے چونکہ خمینی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ پوری دنیا میں صرف ایک ہی ملک ایران "اسلامی" ہے اور باقی سب ممالک "طاغوتی" ہیں۔ لہٰذا ہونا تو یہ چاہیئے کہ قم اور تہران کو کھلا شہر قرار دیا جائے تاکہ دنیا کا جو مسلمان جب چاہے وہاں ویزا وغیرہ کے بغیر چلا جائے۔ آخر خمینی نے اپنے ایرانی مقاماتِ مقدسہ کو کھلا شہر کیوں نہیں بنایا؟ وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ دنیا کے تمام مسلمانوں کو بے عقل اور بیوقوف سمجھتا ہے اور اپنی تازہ شیطنت کا شکار کرنا چاہتا ہے۔

(۳) بیان کردہ کھلے حقائق کے علی الرغم چند بھولے بھالے مسلم عناصر سمجھے بوجھے بغیر خمینی کے نئے دام میں گرفتار ہو ہی گئے ہیں۔ ان سادہ لوح حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ اگر وہ پیش کردہ گذارشات کے باوجود شیعہ خباثت

کا ادراک نہ کر سکے ہوں تو کم از کم اب ذرا خمینی کی تازہ ابلیسی اسکیم کے مہلک مضمرات پر بھی غور فرمالیں،۔ انشاء اللہ انہیں خمینی کی یہودی شیطنت کے متعلق شرح صدر حاصل ہو جائے گا۔ اولاً یہ کہ حرمین کو کھلا شہر قرار دینے کا مطلب و مفہوم کیا ہے؟ یہ ہی نا کہ کسی ویزا، پاسپورٹ، چیکنگ اور حساب کتاب کے بغیر حرمین میں آمد و رفت کی آزادی ہو، جس کا جب جی چاہے وہاں داخل ہو جائے۔ یعنی یہ کہ وہاں بس ایک میلہ لگا رہے کہ جو چاہے پہنچ جائے اور تماشہ دیکھے یا تماشہ دکھا کر رخصت ہو جائے، وہاں نہ کوئی روک ٹوک ہو اور نہ کسی قسم کی مداخلت و ممانعت ہو، مطلب یہ ہوا کہ حرمین میں سرے سے کوئی نظم نہ ہو اور عمرہ جیسی اہم زیارات اور حج جیسی فرض عبادت میں لاکھوں کا مجمع بد نظمی اور افراتفری کے نذر ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ ایسی عجیب و غریب صورت حال میں وہاں کون کون اور کیسے کیسے لوگ پہونچ سکتے ہیں اور کیا کچھ جرائم کر سکتے ہیں۔ اس کا اندازہ ہی ہولناک ہوگا۔ تیسرے یہ کہ جہاں یہ معلومات ہی نہ ہوں کہ کب اور کتنے افراد کہاں کہاں سے مکہ اور مدینہ چلے آئیں گے تو وہ کون سا کمپیوٹر ہوگا جو ان کے قیام و طعام اور دیگر ضروریات کے تمام انتظامات کر سکے گا۔ چوتھے یہ کہ اگر مکہ و مدینہ کھلے شہر ہو گئے تو جدہ جو باہر سے آنیوالوں کی پہلی منزل بھی ہے اور گذرگاہ بھی اور وہ تمام مقامات جو مکہ اور مدینہ کے درمیان گذرگاہیں ہیں، ان کی حکومت و انتظامیہ نگرانی و نگہبانی کا فریضہ کیوں کر انجام دے سکے گی اور اگر مقامی انتظامیہ کا عمل دخل ہوگا تو کس حد تک۔ پانچواں نکتہ انتہائی توجہ طلب یہ ہے کہ کھلا شہر ہونے کی وجہ سے جب حرمین محترم میں ہر شخص کو مادر پدر آزادی حاصل ہو جائے گی تو وہاں کیسے کیسے سیاسی، گروہی، علاقائی، نسلی، اور لسانی مفادات کے مظاہرے اور پروپیگنڈے ہوں گے جس کے نتیجہ میں باہمی تصادم ہوتے

رہیں گے اور جن کی روک تھام مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جائے گی۔ چھٹا نکتہ بھی بہت اہم ہے اور وہ یہ کہ جب کھلے شہر میں کھلی چھٹی ہو گی تو دنیا کے در جنوں مسلم لیڈروں کے نام اور نعرے حرمین میں بلند کیے جائیں گے اور یقیناً ان کی تصاویر بھی وہاں لگائی جائیں گی۔ جہاں خود آنحضورؐ نے سابقہ انبیاءؑ کی تصاویروں تک کو حرم کی دیواروں سے صاف کیا تھا" وہاں مصنوعی اور وقتی لیڈروں کی تصویریں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ پابندیوں کے ہوتے ہوئے تو وہاں خمینی ہر سال نہ صرف اپنی بت نمائی کراتا ہے بلکہ صدائے لبیک اللّٰھم کی بجائے "لبیک یا خمینی" کے کافرانہ نعرے لگواتا ہے چنانچہ پابندیاں اٹھنے کی صورت میں تو وہ بیت اللہ الحرام میں مزید حرام کام کرے گا اور بالآخر وہاں اللہ کی عبادت کی بجائے صرف اپنے بت کی پوجا و پرستش کرائے گا۔ ساتواں اور آخری نکتہ یہ ہے کہ حرمین مکرّم پر بین الاقوامی کنٹرول کی تجویز خام خیالی بھی ہے اور واہی تباہی بھی، مضحکہ خیز بھی ہے اور معنی خیز بھی اور ناقابلِ قبول بھی ہے اور ناقابلِ عمل بھی۔ بفرضِ محال اگر حرمین کو بین الاقوامی نگرانی میں دیا بھی جائے تب بھی یہ ناممکن ہو گا کہ نگراں بین الاقوامی ادارہ حرمین پر یورشیں کرنے والے موجودہ فسادیوں کو ان کے روز افزوں فتنوں سے باز رکھ سکے، کیونکہ عالمی تنظیم اقوام متحدہ تک اسرائیل اور ایران سے اپنا یہ متفقہ فیصلہ آج تک نہ منوا سکی ہے کہ وہ دونوں مسلم عرب پر زور و زبردستی، ظلم و زیادتی اور قتل و غارتگری روا نہ رکھیں، مسلم بلادِ عرب کے مختلف خطوں کو ہڑپ نہ کریں۔ اور پورے مسلم مشرقِ وسطیٰ کو اپنے جنگی جنون کا نشانہ نہ بنائیں۔ لہٰذا حرمین میں بھی کوئی بین الاقوامی ادارہ آل یہود (اہلِ تشیع) کی یہودی پشت پناہی کے ساتھ

جاری شدہ بدامنی اور بداعمالیوں کو کنٹرول نہیں کر سکے گا۔ پھر قطع نظر اس کے کہ بین الاقوامی نگہداشت کی مجوزہ اسکیم نہایت پیچیدہ اور بیہودہ ہے، یہ کلیتاً ایک کھلی سازش ہے کہ ملکِ حرمین کے اندرونی معاملات میں بیرونی مداخلت کی جائے اور ریاست در ریاست کے قیام سے اس پوری اسلامی ریاست کو منہدم کر دیا جائے۔ یہ دراصل ایک خوشنما چال ہے جس کے ذریعہ سے عیار یہودی و خمینی کی خواہش ہے کہ سعودی اور غیر سعودی مسلمانوں کو حرمین سے بے دخل ہی نہ کریں بلکہ وہیں ان کا مکمل صفایا بھی کر دیں اور پھر اس روحانی مرکزِ اسلام پر قبضہ کر کے پورے ہی عالم اسلام کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا دیں۔

(۴) جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے، آخری مرتبہ جولائی ۱۹۸۷ء میں خمینی ٹیم نے حرم مکہ میں سینکڑوں مسلمانوں کے خون سے خوب ہولی کھیلی مگر پھر بھی قبضہ حرم کی پرانی سازش میں مزید منھ کی کھائی۔ چنانچہ اگلے ہی ماہ یعنی اگست ۱۹۸۷ء میں خمینی نے متبادل منصوبہ بنا لیا۔ اور جگہ جگہ اس مطالبے کا چکر چلایا کہ مکہ اور مدینہ کو کھلے بین الاقوامی شہر قرار دیا جائے۔ ہرچند کہ چند ماہ تک یہ مہم زور و شور سے چلتی رہی لیکن متوقع کامیابی اب تک حاصل نہ ہو سکی۔ مطلب یہ ہے کہ اب دنیا کے مسلمان بالعموم خمینی کا یہ نیا شوشہ و شاخسانہ سمجھ گئے اور دھوکہ دہی کے اس پھندے میں پھنس نہیں سکے علاوہ ازیں ان ہی حالیہ چند ماہ کے دوران دنیا کے بے شمار علمائے اسلام نے شیعیت و خمینیت کے کفر ہونے کے فتاوٰی جاری کر دیئے، جن کی تصدیق و توثیق کرتے ہوئے عالم اسلام کے شیخ الاسلام اور مفتی اعظم سعودی عرب الشیخ عبدالعزیز بن باز نے خمینی کے خارج از اسلام اور مرتد ہونے کا فتوٰی بھی

صادر فرما دیا اور جس کی تائید رابطہ عالم اسلامی کے عالمی اجلاس منعقدہ اکتوبر ۱۹۸۶ء نے بھی کر دی۔

(بحوالہ: اخبار المسلمون، مکہ مکرمہ، ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء۔ ماہنامہ الفرقان، لکھنؤ، خصوصی اشاعت اکتوبر تا دسمبر ۱۹۸۶ء۔ ماہنامہ بینات، کراچی، خصوصی اشاعت جنوری و فروری ۱۹۸۸ء۔ ماہنامہ اقرأ ڈائجسٹ، کراچی، شیعیت نمبر، فروری ۱۹۸۸ء)

عالم اسلام کے اس خصوصی ردّعمل کو خمینی نے ایک چیلنج کی حیثیت سے لیا اور جواباً و فوراً اس نے اپنا تازہ ترین منصوبہ مرتب کرنا شروع کر دیا جس کے آثار بتا رہے ہیں کہ وہ حرمین پر حملے کا خوفناک ترین اور ہولناک ترین حربہ ثابت ہو سکتا ہے۔

(۵) سرغنۂ آل یہود خمینی نے اپنے تازہ ترین سازشی پلان کے تانے بانے جنوری ۱۹۸۸ء میں بننے کا آغاز کیا اور اس کی حکومت نے اعلان کیا کہ آئندہ جولائی ۱۹۸۸ء کے حج کے موقع پر تقریباً دو لاکھ ایرانیوں کو حرمین کے لیے روانہ کیا جائے گا۔ طریق واردات کا پورا اندازہ تو اسی سے ہو جاتا ہے کہ ایرانیوں کا اتنا بڑا غول وجتھا تعداد کے اعتبار سے ایک نیا عالمی ریکارڈ ہو گا۔ پھر یہ کہ طریق واردات کی سنگینی کا ثبوت بھی جلد ہی مل جاتا ہے اور وہ یہ کہ ایرانی وزیر اعظم کی بیوی خانم زہرا موسوی نے ۱۸ فروری ۱۹۸۸ء کو ایرانی کلچرل سنٹر لاہور میں پریس کانفرنس کے ذریعہ علی الاعلان کہہ دیا ہے کہ اس سال بھی حج کے دوران دو ایرانی زائرین، حرمین میں وہی کچھ کریں گے جو پہلے کرتے رہے ہیں۔ (روزنامہ ڈان، کراچی۔ ۱۹ فروری ۱۹۸۸ء)

ان اعلانات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جولائی ۱۹۸۸ء میں حرمین کی نقب زنی

اور تباہی کے لیے خمینی نے بہت بڑے پیمانے پر تیاری کر رکھی ہے یعنی یہ کہ احرام حج کے لبادے میں اس مرتبہ ایران کے اسرائیلی تربیت یافتہ کمانڈوز کی دو لاکھ فورس حرمین پہونچ کر وہ زبردست تخریب کاری کرے گی جس کی تاریخ میں کوئی مثال نہ ہو گی۔

"اللہ اکبر۔ خمینی رہبر"

افسوس صد افسوس کہ ایسے مشرکانہ اور ایسے دل آزار نعرے بھی لگائے گئے جس سے حج کے دوران دنیا بھر کے مسلمانوں میں اشتعال اور بے چینی پھیل گئی جس پر سعودی حکومت نے بڑی مشکل سے قابو پایا۔

باب چہارم

قبضۂ حرمین کی تازہ ترین شیعہ سازش کے مقابل دفاعی تدابیر تدارک

پیش کردہ حقائق و دلائل کے پیشِ نظر یہ بات تو طے ہے کہ آج ملت اسلامیہ کے مرکز اسلام (حرمین) کو تاریخ کا بدترین خطرہ درپیش ہے۔ اگر ایران کے مذکورہ دو لاکھ منظم کمانڈوز کی حرمین تک رسائی ہو جاتی تو وہاں اتنی بڑی تعداد جنگجو اور ہلاکو کمانڈوں کی ہلاکت خیزی کو روکنا ممکن نہ ہو گا۔ لہذا قبل اس کے کہ وہ سنگین منظر ہلاکت رونما ہو ایسی حکمتِ عملی اختیار کرنی ہو گی جس سے اس آنے والے ابلیسی ریلے کو حرمین میں داخل ہونے سے روکا جا سکے۔ وقت کا اوّلین تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی شیعوں کے ساتھ ایسے جا رواداری کو ترک کر دیں۔ اس لیے کہ ماضی بعید ہو یا ماضی قریب امتِ اسلامیہ اپنی اس طویل و بے معنی رواداری کا مزہ بھی خوب چکھ چکی ہے اور اپنی سادگی و سادہ لوحی کی سزا بھی بہت بھگت چکی ہے۔ ماضی و حال کے تمام واقعات، تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں واحد راہِ عمل صرف یہ نظر آتی ہے کہ اسلامیان ان دشمنان سے رواداری جیسی کمزوری کو رفع کر لیں اپنی تن آسانی و سہل انگاری کو ختم کر لیں۔ اور کامل ہمت و جرأت سے کام لیں۔ تقاضائے وقت کے ضمن میں دوسری ضرورت یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں اپنے عظیم منصب اور اس کی عظیم ذمہ داری کے احساس کو اجاگر کریں۔

بالفاظ دیگر وہ اس ازلی عطیۂ الٰہی اور دنیا کے اوّلین مرکزِ عبادت و ہدایت کی پاسبانی کا عظیم حق ادا کریں جو آج اغیار کے نرغے میں ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ وہ بےشک دنیا کا سب سے پہلا گھر جو انسانوں کی عبادت کے لیے بنایا گیا وہ وہی ہے جو مکہ میں ہے اور جو تمام دنیا کے لیے برکت و ہدایت کا مرکز ہے"

(آل عمران - آیت ۹۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بیت الحرام کی تعمیر انسانِ اوّل و نبی اوّل حضرت آدم علیہ السلام سے ہی کرائی، پھر ابراہیم علیہ السلام سے اس کی تجدید کرائی اور آخر میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کو ہمیشہ کے لیے عالمِ اسلام کے واسطے دائمی قبلہ و کعبہ اور مرکز و محور بنا دیا، کیونکہ جس قطعۂ زمین پر یہ بیت اللہ ہے وہ بھی پورے کرۂ ارض کا مرکزی نقطہ ہے۔ اس طرح اس اہم ترین اور اعلیٰ ترین مقامِ حرم کا محافظ مسلمان کو بنایا گیا۔ لہٰذا اسے اپنے فرائضِ منصبی کا گہرا شعور پیدا کرنا چاہئے اور ان اہم فرائض کی بجا آوری کے لیے دینی غیرت اور ملی حمیت کو بروئے کار لانا چاہئے۔ موجودہ نازک حالات کا تیسرا اور آخری تقاضہ یہ ہے کہ جملہ پاسبان و خادمانِ حرمین پوری توجہ سے حفاظتِ حرمین کے متعلق ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۷ء تک کی اپنی اپنی کوتاہیوں و غلطیوں کا خود احتساب کر لیں اور عہد کر لیں کہ نہ صرف ان کا اعادہ نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کا ازالہ بھی کیا جائے گا۔ ان تین محکم تیاریوں کے ساتھ خمینی کی سازش کو الٹنے کے لیے مندرجہ ذیل تین نکاتی اقدامات بھی لازمی ہیں:-

(۱) تمام مسلمانانِ عالم تامّل و تاخیر کے بغیر شیعیت و خمینیت کے پیروکاروں کی طے کردہ حیثیت (بموجب مذکورہ متفقہ فتوائے علماء و فیصلہ عالمی اسلامی اجلاس اکتوبر ۱۹۸۷ء) کو قانونی شکل دینے کے لیے انفرادی و اجتماعی طور پر

راہ ہموار کریں اور تمام مسلم ممالک جملہ اہل تشیع کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔

(۲) چونکہ قرآن و حدیث کے مطابق حدودِ حرمین میں غیر مسلموں کا داخلہ بھی ممنوع ہے اور وہاں فسوق و جدال اور فتنہ و فساد بھی بدرجہ اولیٰ ممنوع ہیں" اور چونکہ ایرانی شیعہ ان دونوں خصوصیات کے حامل ہیں، لہٰذا ان کے داخلۂ حرمین کی فوری و قطعی ممانعت کر دی جائے۔ یہ ہی فوری پابندی دیگر تمام ممالک کے اہل تشیع پر بھی عائد کی جائے۔ اس لیے کہ ان کی ساری وفاداری اور اتباع و اطاعت بھی صرف اور صرف اسی ایک مرکز شیعیت سے وابستہ ہوتی ہیں۔

(۳) چونکہ ایران کا سرکاری مسلک و مذہب شیعیت بھی غیر اسلامی ہے اور ایرانی حکومت کا حرمین مقدس پر مسلسل حملوں کا عمل بھی صریحاً خلاف اسلام ہے، چنانچہ ان دونوں بیّن وجوہات کی بنا پر ایران کو اسلامی سربراہی کانفرنس کی تنظیم (O.I.C.) سے خارج کر دیا جائے۔

مختصراً یہ ہیں وہ تدابیر تدارک اور دفاعی لائحہ عمل جن پر فوراً عمل درآمد کر کے قبضۂ حرمین کی تازہ ترین خمینی سازش کو یقیناً ناکام کیا جا سکتا ہے اور امت اسلامیہ کے مرکز و محور اور قبلہ و کعبہ کو یہود اور آلِ یہود (اہل تشیع) کی دیرینہ دست برد سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم مسلمانانِ عالم نے اللہ تعالیٰ کے اس اوّلین بیت الحرام کا دفاع کر لیا تو ربّ کعبہ بالیقین ہم کو دنیا میں بھی سرخرو کرے گا اور آخرت میں بھی۔ بصورت دیگر یہاں کا انجام بھی اور وہاں کا انجام بھی معلوم!

باب پنجم

ضمیمہ

یہودیت سے ماخوذ
شیعہ مذہب، عقائد اور نظریات

شیعیت کے بنیادی عقائد کو سمجھنے کے لیے یہاں دو مستند شیعی ذریعوں کو منتخب کیا گیا ہے جن پر ہر شیعہ کا ایمان ہے۔

(ا) الکافی

یہ شیعہ ائمۂ اطہار کی "احادیث" کا انتہائی مستند مجموعہ ہے جسے ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی ایرانی (۲۵۰ھ تا ۳۲۹ھ) نے ترتیب دیا۔ شیعہ دنیا میں کلینی کی "الکافی" کو قابل قدر سند کا اولین مقام حاصل رہا ہے۔ آیت اللہ الشیخ محمد باقر القمری نے اس کا فارسی ترجمہ بمع شرح و تفسیر کیا۔ جو ۱۳۸۶ھ میں تہران سے شائع ہوئی۔

(ب) شیعہ قرآن

انگریزی ترجمہ "اہل البیت" کی روایات کی روشنی میں کی گئی تفاسیر کے ساتھ۔ جو ایس وی میر علی احمد پویا نے شیعہ عالم آیت اللہ میرزا مہدی پویا یزدی کے لکھے گئے حاشیوں کے ساتھ ۱۹۶۴ء میں کراچی (پاکستان) میں چھپ کر شائع ہوا۔

یہاں انہی دو مستند اور معتبر شیعہ کتب (کلینی کی کافی اور شیعہ قرآن) سے اقتباسات لیے گئے ہیں۔

گذشتہ ابواب میں تاریخی و سیاسی شیعیت کے سلسلہ میں حقائق پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کا خالق اور بانی عبداللہ بن سبا یہودی منافق تھا۔ لہٰذا قدرتی امر ہے کہ شیعی افکار و عقائد کا ڈھانچہ

یہودیت کے خطوط پر استوار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ صیہونیت اور شیعیت کے خدوخال میں بڑی مماثلت ہے۔ صیہونیت اور شیعیت میں مناسبت اور یکسانیت کی بناء پر ضروری ہے کہ اسرائیل، بنی اسرائیل، صیہونیت اور بیت المقدس (یروشلم) کی اصطلاحات کے صحیح پس منظر کو سمجھا جائے۔

معلوم ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے حضرت یعقوب کا لقب اسرائیل ہے اور حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں نبوت کا سلسلہ آخری نبی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک حسب ذیل ہے۔

امام الانبیاء حضرت ابراہیمؑ	ایک بیوی حضرت ہاجرہؑ۔ انبیاءؑ: حضرت اسمعیلؑ حضرت محمدؐ
	دوسری بیوی حضرت سارہؑ۔ انبیاءؑ:۔ اسحاقؑ، یعقوبؑ (اسرائیل) موسیٰؑ، ہارونؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ۔

حضرت یعقوب (اسرائیل) کے بشمول حضرت یوسفؑ بارہ فرزند تھے حضرت یعقوبؑ کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی۔ حضرت یعقوبؑ کے چوتھے فرزند کا نام یہودہ (JUDA) تھا یہودیوں نے یہودہ کی نسبت سے یہودیت کی بنیاد ڈالی۔ بنی اسرائیل کے نبی اور حکمران (بادشاہ) حضرت داؤدؑ نے یروشلم میں عبادت کے لیے ایک عبادت گاہ (ہیکل) تعمیر کرائی تھی جو زیون (ZION) کی پہاڑی پر تھی۔ اس پہاڑی کی نسبت سے یہودیوں نے صیہونیت (ZIONISM) کی اصطلاح کو اپنایا۔ لیکن نہ تو یہودیت اور نہ ہی صیہونیت کا حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی تعلیمات سے کبھی کوئی واسطہ رہا۔ حضرت سلیمانؑ (نبی اور بادشاہ) نے یروشلم کا شہر آباد کرایا اور اسے بنی اسرائیل کا مرکز بنایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی یروشلم پر بلا شرکت غیرے اپنا حق جتاتے ہیں۔

اسرائیل، بنی اسرائیل، یہودیت اور صیہونیت کے اس مختصر تعارف کے پسِ منظر میں حسبِ ذیل شیعہ بنیادی عقائد کی غرض و غایت کا سمجھنا آسان ہو گا۔

۱۔ خلافت کا عین اسلامی عقیدہ جس کا عملی نفاذ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد مدینہ منورہ میں ہوا، نظامِ مملکت کو اسلامی خطوط پر چلانے کے لیے ضروری تھا۔ خلفائے راشدینؓ نے احکاماتِ الٰہیہ اور سنتِ نبویؐ کی اتباع میں اپنا فرض احسن طریقہ سے پورا کیا۔ اس کے خلاف عبداللہ بن سبا نے فلسفۂ امامت اختراع کیا۔ اس نے سیدنا علیؓ کے پہلے امام ہونے کا دعویٰ کیا، چونکہ حضرت علیؓ نہ تو عقیدۃً اس کے قائل تھے اور نہ ہی شیعہ امام، ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اس لیے انہوں نے سبائی گروہ کے یکطرفہ دعوے اور ناجائز انتفاع کی پرزور تردید اور مذمت کی۔ بہرحال شیعیت میں امامت پر ایمان ایک بنیادی عقیدہ کی حیثیت رکھتا ہے اور فلسفۂ شیعیت کی اساس اور اصل الاصول ہے، جیسا کہ "امام رضاؑ نے فرمایا:

"لوگوں کو ہدایت اور احکام کے لیے ہمارے اقتدارِ اعلیٰ کے سامنے ایک وفا شعار غلام کی حیثیت میں جھکنا ہو گا"

(کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۸)

"امام جعفرؑ نے فرمایا:۔

"جن کا عقیدہ ہماری امامت پر ہے وہی مؤمن (ایمان والے مسلمان) ہیں اور جو اس سے انحراف کرے وہ کافر ہے"

(کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۸)

"امام حاضر" آیت اللہ خمینی کا عقیدہ

"امام خمینی نے فرمایا :-

"ہمارے مذہب کا بنیادی اساسی عقیدہ ہے کہ ہمارے امام اس مرتبہ و مقام کے مالک ہیں جن تک کوئی فرشتہ مقرب اور نبی مرسل نہیں پہنچ سکتا" (الحکومت الاسلامیہ صہ ۳۵)

اس طرح یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ شیعی تصوّر نے خلافت کے مسلّمہ مروجہ اور مصدقہ اسلامی ادارہ کی جگہ "امامت" کا ایک متوازی اور متضاد تصور پیش کیا - پھر تمام اہل اسلام بشمول صحابہ کرامؓ اور امہات المومنینؓ کو کافر گردانا - بالفاظ دیگر یوں سمجھ لیں کہ شیعیت نے دین اسلام کو کفر سمجھ کر رد کر دیا اور اپنے مذہب کی اساس امامت پر رکھی -

شیعہ مذہب کے بنیادی عقیدۂ امامت کی جڑیں بنی اسرائیل کی قدیم تاریخ سے جا ملتی ہیں - اوّل یہ کہ حضرت اسرائیل (یعقوبؑ) کو جن کے بارہ فرزند تھے، انتہائی حرفت سے "امام اوّل" (حضرت علیؓ) سے مربوط کر دیا ہے

"علیؓ (امام اوّل) نے اپنے بارہ فرزندوں سے فرمایا" اللہ چاہتا ہے کہ میں حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی سنت کا پھر سے احیا کروں"
(کافی کلینی - کتاب الحجۃ - باب ۶۲)

دوئم یہ کہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ایک معتمد (امام) ہر قبیلہ کا سردار ہوتا تھا - (القرآن ۵-۱۲) نے ان اسرائیلی سرداروں کو "نقیب" (رہبر) کا نام دیا ہے - پس شیعی عقیدہ میں بارہ اماموں کا نظریہ بنی اسرائیل کے بارہ نقیبوں سے

اخذ کیا گیا ہے کیونکہ امام اور نقیب کا مفہوم ایک ہے۔ اور راہبر یا رئیس کے لیے مستعمل ہو رہا ہے اور چونکہ بنی اسرائیل کے ان بارہ نقیبوں کا تعین اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا تھا اس لیے شیعہ مسلک میں بھی بارہ اماموں کی نامزدگی اور تقرری اللہ تعالیٰ پر واجب گردانی گئی ہے کیونکہ بقول شیعہ رئیس عام کا مقرر کرنا اللہ کے ذمہ واجب ہے۔
(شیعہ قرآن صہ ۱۴۶ اور صہ ۱۵۲)

امامت کا تصور بنی اسرائیل سے اخذ کر کے اور امام کی نامزدگی اللہ کی طرف سے واجب قرار دینے کے بعد شیعیت نے دو قدم آگے بڑھ کر امام کے مرتبہ کو بڑھا کر پہلے تو نبیوں کے برابر کیا۔ پھر اماموں کے مقام کو ترقی دے کر انبیاء و رسل سے بڑھا دیا۔ یہ تدریجی عمل اس طرح ہوا:-

(۱) امام معصوم کا رتبہ بڑھا کر نبیوں اور رسولوں کے برابر کرنا:-

"عصمت یا معصومیت، امامت کے لیے شرط اوّل ہے۔"

"امامت یا رہبری کے لیے اللہ کے وعدہ کے مطابق امام کی معصومیت و عصمت، اس کا تقویٰ اور گناہ سے پاکی شرطِ اوّل ہے۔ یعنی ایک امام کا معصوم ہونا ضروری ہے گویا ایک معصوم ہی امام ہو سکتا ہے۔"

"عصمت یا گناہ سے بریت جو امامت کے لیے درکار ہے اس سے ہر صغیرہ و کبیرہ و پوشیدہ و ظاہر گناہ سے بریت مقصود ہے۔"
(شیعہ قرآن صہ ۱۵)

(۲) امام معصوم کا رتبہ و مقام رسولوں سے بڑھانا:-

"ہمارے آخری امام پر اللہ کی طرف سے وحی کا نزول ہو گا۔ امام

اس آسمانی کتاب کے علوم کی تفسیر و تاویل کرے گا۔ اس طرح کے الہامی انکشافات کسی نبی یا رسول پر اس سے پیشتر نہیں نازل کئے گئے ہوں گے۔" (کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۱۱۸)

"اس سے یہ بات آشکارا ہوتی کہ نبی یا پیغمبر مقرر کئے جانے کیلیے لازم نہیں کہ وہ امامت کا بھی مقام رکھتا ہو۔ کیونکہ امامت ایک ایسا منصب ہے جو کسی رسول یا نبی کو کڑی آزمائش کے بعد ہی تفویض کیا جا سکتا ہے۔" (شیعہ قرآن صفحہ ۱۵)

شیعی فلسفۂ امامت کی روشنی میں امام کا مرتبہ یقیناً رسل سے افضل ہے جس میں کوئی استثنیٰ نہیں۔ امامت کے بارے میں اس قدر واضح شیعہ عقیدہ مطلقاً غیر اسلامی ہی نہیں بلکہ خلافِ اسلام ہے۔ مختصراً شیعیت کا اولین اساسی عقیدۂ امامت پر ایمان لانا ہے جو بنی اسرائیل کے فلسفہ سے ماخوذ ہے۔ اس لیئے اسلام دشمن نظریہ ہے۔

۲- امامِ آخر الزمان پر ایمان۔ شیعی عقیدہ

شیعیت کا ایک دوسرا اہم عقیدہ امامِ آخر الزماں پر ایمان لانا ہے جس کے بارے میں یہ دعویٰ ہے کہ قیامت سے پہلے دنیا کا تجاستا دہندہ ہوگا۔ امامِ منتظر (بقول شیعہ) آلِ داؤد کی سنت کو لے کر دنیا پر حکومت کرے گا۔

"محمد المہدی، پیدائش ۱۵ شعبان ۲۵۶ھ بارہویں اور آخری امام سُر مَن رائی کے غار میں روپوش ہو گئے ہیں۔ ان کا دوبارہ ظہور حشر کے قبل ہوگا" (شیعہ قرآن صفحہ ۹۰ الف)

"محمد المہدی، گیارہویں امام کے فرزند اللہ کی رضا سے زندہ ہیں

وہ مہدی (ہدایت دینے والے) آخر الزماں ہیں جو حشر تک اللہ کی مخلوق کی رہنمائی فرمائیں گے،، (شیعہ قرآن ص۱۵۲)

"جب تک امام ظاہر ہو کر آل داؤد کی سنت کے مطابق حکومت نہ کرلے دنیا ختم نہ ہو گی،،

"بارہواں امام دوبارہ ظاہر ہو کر دنیا پر آلِ داؤد کی سی عقل و فراست اور طور طریق کے ساتھ حکومت کرے گا۔

(کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۹۸)

امام منتظر کے ظاہر ہونے اور دنیا پر آلِ داؤد کی سنت کے مطابق حکومت کرنے کا شیعی عقیدہ بھی یہودیوں سے لیا گیا ہے۔ بنی اسرائیل کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت سلیمان بن داؤد (نبی اور بادشاہ) کے بعد یہودی دینی اور دنیوی دولت سے محروم ہو گئے تو بعد میں آنے والے اسرائیلی انبیاء نے اپنی قوم کو ایک مسیح کی بعثت کی یقین دہانی کرائی جو ان کو اس زبوں حالی سے نجات دلائے گا۔ لیکن جونہی مسیح موعود (حضرت عیسٰی بن مریم) کا ظہور ہوا یہودیوں نے اس بنا پر ان کو ماننے سے انکار کر دیا کہ وہ (عیسٰی) حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ کی طرح سیاسی اقتدار کے حامل (بادشاہ) نہ تھے۔ آخر کار یہودیوں نے سازش سے انہیں ختم کرنے کا بندوبست کر لیا۔ وہ دن اور آج کا دن یہودی قوم اپنے مسیح موعود کا انتظار کر رہی ہے جو بقول ان کے ایک طاقتوار دنیوی بادشاہ ہو گا۔ ان کا اعتقاد ہے کہ صرف سیاسی طاقت کا حامل مسیح ہی بزورِ قوت دریائے نیل و فرات کے درمیان پھیلے ہوئے وسیع علاقہ پر قبضہ کر کے یہودیوں کی ایک وسیع اور مضبوط سلطنت قائم کرے گا

جہاں سے ساری دنیا پر حکومت کی جا سکے گی۔

صیہونیت کے معتمد بزرگ علماء (ELDERS) کے مقدس صحیفے (باب ۲) میں اس بات کی واضح پیشین گوئی درج ہے کہ یہودیوں کا حکمران (مسیح) داؤد کی نسل سے ہو گا۔ اور وہ موروثِ اعلیٰ کی شہنشاہیت اور اقتدار کی جڑیں ایک بار پھر دنیا کے انتہائی دور افتادہ علاقوں تک پھیلا کر سلطنتِ اسرائیل کو استحکام بخشے گا۔

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھا جائے کہ یہودی اور شیعہ دونوں اپنے منتظر نجات دہندہ کا ذکر ایک ہی الفاظ میں کرتے ہیں۔ اور اس ضمن میں یہودیوں اور شیعوں دونوں کا عقیدہ ہے کہ وہ دنیا پر آلِ داؤد (بنی اسرائیل اور یہودی قوم) کی طرز پر حکمرانی کرے گا

اسلامی نقطۂ نظر کا اس سلسلہ میں جاننا برمحل ہے۔ نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ ایک یہودی نجات دہندہ اسی قوم کے مسیح موعود کی حیثیت سے ظاہر ہو گا لیکن وہ درحقیقت المسیح الدجال (جعلی مسیح) ہو گا جو اصل مسیح (عیسیٰ بن مریم) کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ جنہیں اللہ تعالےٰ اسی مقصد کے لیے دوبارہ ظاہر فرمائیں گے۔ رسولِ اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق انجام کار دنیا سے تمام باطل مسالک اور عقائد (بلاشبہ یہودی ازم اور شیعہ ازم) مردود معدوم ہو جائیں گے اور اسلام کا بول بالا ہو گا۔ اور یہی دین ساری دنیا پر غلبہ پا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ شیعیت کا دوسرا اہم عقیدہ، امام غائب کا ظہور اور یہ کہ امام مہدی نجات دہندہ بن کر آئے گا اور امام آخر الزمان ہو گا، یہ بھی خالصتاً ایک غیر اسلامی اور صیہونی عقیدہ ہے

(۳۴) - شیعہ ائمہ کا ورثہ - بنی اسرائیل کے انبیاء کے نوادرات

امام منتظر کے شیعی عقیدہ کی مسیح موعود صیہونی عقیدہ سے فکری مناسبت کی نشان دہی ہو جانے کے بعد ضروری ہے کہ ان کے دوسرے ائمہ کے بارے میں شیعی کتب میں جس طرح نشان دہی اور بنی اسرائیل سے مناسبت ظاہر کی گئی اس پر غور کیا جائے کہ کس طرح شیعی ائمہ کو یہودی انبیاء (بنی اسرائیل) کا وارث قرار دیا گیا ہے۔

"امام کی تحویل میں حضرت سلیمان کی انگشتری اور حضرت موسیٰ کا عصا ہے۔"
(کافی کلینی - کتاب الحجۃ - باب ۳۶)

"حضرت یوسفؑ کی قمیص جو ان کے خاندان (بنی اسرائیل) میں ہی تھی وہ منتقل ہو کر آخر کار آلِ محمدؐ کو ورثہ میں پہنچی"

(کافی کلینی - کتاب الحجۃ - باب ۲۷)

تجزیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی ذاتی اشیاء جو ان کے خاندان میں بطور تبرک رہیں، بعد میں آلِ محمدؐ (ائمہ) کو ورثہ میں پہنچیں جب کہ رسولِ مقبول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت اسماعیلؑ کی نسل میں آخری پیغمبر ہونے کے باوجود حضرت ابراہیمؑ کی اولاد حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی ذاتی اشیاء کے وارث نہ بن سکے لیکن بقولِ شیعہ آلِ محمدؐ (ائمہ) بنی اسرائیل کے وارث بن گئے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ شیعہ ائمہ کا تعلق بنی اسرائیل کی نسل سے تھا اور وہ کلیتہً بنی اسرائیلی تھے۔

یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ آلِ محمد کی اصطلاح کو کس قدر چالاکی سے شیعہ افکار نے اپنے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ یہ اصطلاح حضرت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل کے مفہوم میں مستعمل نہیں جیسا کہ سطورِ بالا سے ظاہر ہے۔ دراصل لفظ 'محمد' بدیانتی سے ناجائز مقصد کے حصول کی خاطر اپنا لیا گیا ہے تاکہ صیہونی نظریہ سے مماثلت پیدا کی جاسکے۔ بنی اسرائیل اپنے آپ کو منتخب چہیتے (CHOSEN ONES) کہتے۔ اور آلِ محمد کے لغوی معنی (وہ منتخب جن کی تعریف کی گئی ہو) بھی (CHOSEN ONES) سے مختلف نہیں۔ شیعیت میں بھی شیعہ ائمہ کا مقام بنی اسرائیل کے (CHOSEN ONES) ہی جیسا ہے۔ شیعیت کی اس دلیل کو درج ذیل بیان سے مزید تائید حاصل ہوتی ہے۔

"امام نے فرمایا" ہم حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ کے بعد آنے والے انبیاء بنی اسرائیل سے مشابہت رکھتے ہیں اور ان کے مثل ہیں"
(کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ ص ۵۲)

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ شیعیت اپنے ائمہ کو بنی اسرائیل کے (CHOSEN ONES) کا مقام دیتی ہے کہ شیعہ ائمہ کی بنی اسرائیل کے حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ سے مماثلت ظاہر کرتے ہیں اور یہ کہ وہ بنی اسرائیل کے انبیاء کرام کے تَوادرات، سلیمان علیہ السلام کی انگشتری، یوسفؑ کی قمیض اور عصائے موسیٰؑ کے وارث ہیں، اس نسبت سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ شیعیت کا پیغمبرِ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں۔ یہی وجہ ہے، کہ شیعہ عام طور پر اسلامی تعلیمات کی تحقیر کرتے ہیں، اور بنی اسرائیل کی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ اس حقیقت کو ثابت کرنے کے لیے ایک مثال پیش ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق روزہ رکھنے کا دورانیہ فجر سے مغرب

تک رکھا گیا ہے جب کہ بنی اسرائیل کی روایت میں روزہ رکھنے کا وقت فجر سے پہلے اور روزہ کھولنے کا وقت مغرب کے بعد متعین ہے، شیعہ اس طرح پیغمبر اسلام کے احکامات سے انحراف کر کے بنی اسرائیل کی اتباع کرتے ہیں۔ دیگر تو ان کے اس انحرافانہ عمل سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انحراف اور بنی اسرائیل کی تقلید کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے۔

۴۔ شیعہ ائمہ تورات اور انجیل کے علوم کے حاصل ہیں۔

شیعی فلسفۂ امامت اور ائمہ کے بنیادی عقیدہ اور اس کی امتیازی خاصیت پر ہی اکتفا نہیں کرتا بلکہ وہ مذہبی علم، دانش اور ہدایت کے حصول میں جن ذریعوں کو اپناتے ہیں وہ یکسر اسلامی نظریات اور عقائد کے خلاف ہیں۔ شیعی عقائد بنی اسرائیل کی آسمانی کتابوں کی روشنی اور وسیلے سے مرتب کئے گئے ہیں۔ شیعہ ائمہ کے دینی علوم اور آسمانی ہدایت اور رہنمائی کے حصول اور تعلیم و تبلیغ کی نوعیت اور طریقۂ کار کا انکشاف درج ذیل کے اقتباس سے ہوتا ہے:۔

"جب امام سے سوال کیا گیا کہ تورات و انجیل کا علم کس سے اور کہاں سے حاصل کیا، تو فرمایا، یہ علم ورثہ میں پایا۔ امام نے مزید فرمایا کہ ائمہ ان صحیفوں کو ان انبیاء جن پر یہ الہامی کتابیں نازل ہوئیں، کی طرح اصل زبان میں پڑھتے اور سمجھتے ہیں"

(کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۴۳)

"امام نے فرمایا کہ ان کے پاس الجفر الابیض (سفید صندوق) ہے

جس میں داؤدؑ کا زبور، موسیٰؑ کی توراۃ، اور عیسیٰؑ کی انجیل وغیرہ ہے لیکن اس میں قرآن نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ ان صحیفوں نے انہیں (ائمہ) خود اختیار اور کامل بنا دیا ہے اور خلقت کو ان کی ضروریات اور ہدایت کے لیے ان (ائمہ) کا تابع کر دیا ہے۔

(کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۳۹)

سطور بالا کے اقتباسات سے جو منطقی نتائج اخذ ہوتے ہیں۔ ان کا نچوڑ یہ ہے۔

ا۔ شیعہ ائمہ کو بنی اسرائیل کا علم اور آسمانی کتب اور صحیفے ورثہ میں پہنچے تاکہ وہ ان کی تعلیم و تبلیغ کریں اور ان کا نفاذ کریں۔

ب۔ شیعہ نہ تو قرآن کے حامل ہیں اور نہ ہی اس پر ایمان رکھتے ہیں جو اسلام کی اساس ہے۔

ج۔ شیعہ عقیدہ میں دینی علوم اور الہامی ہدایت کا اسرائیلی مخرج، جس کا اوپر ذکر ہوا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ شیعیت صیہونیت ہی کا ایک فرقہ، ایک شاخ ہے۔ دینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام کا لیبل انہوں نے اپنے صیہونی افکار اور عزائم پر پردہ ڈالنے اور اہلیانِ اسلام کو دھوکے میں رکھنے کے لیے چسپاں کر رکھا ہے۔

۵۔ القرآن کے متعلق شیعی نظریات توجہ طلب ہیں۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اہل یہود (بنی اسرائیل) جو مختلف انبیاء پر نازل ہونے والی ہر آسمانی کتاب میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ یہ کیسے گوارا کرتے کہ القرآن جو اللہ تعالیٰ کا آخری اور مکمل کتاب ہے، اپنی اصلی اور صحیح صورت میں موجود رہے۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے

کہ شیعیت کے قیام میں یہودی منافق عبداللہ بن سبا کا اولین مقصد قرآن کو تبدیلی و تحریف کے ذریعہ مسخ کرنا تھا۔ شیعی علوم، افکار و ہدایت کے ذریعوں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن پر ان کا ایمان نہیں ہے بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ یہ فطری امر ہے۔ کہ شیعی افکار یہ ہرگز پسند نہ کریں گے کہ قرآن اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ اپنی اصلی حالت پر برقرار رہے۔ چنانچہ شیعی مسلک نے اسے مشکوک اور ناقابلِ اعتماد بنانے کی کوششیں شروع کیں۔ القرآن میں کل سات ہزار سے کم آیتیں ہیں۔ جب کہ شیعوں کا دعویٰ ہے کہ اصلی قرآن زیادہ ضخیم ہے اور اس میں سترہ ہزار آیتیں ہیں۔ جو اس وقت تک منظرِ عام پر نہ آئے گا جب تک مہدی آخر الزماں دوبارہ ظاہر نہ ہو جائیں ان کا عقیدہ یہ ہے:-

"القرآن جو روح الامین کے ذریعہ محمدؐ پر نازل ہوا، اس میں سترہ ہزار آیتیں تھیں"۔ (کافی کلینی کتاب فضل القرآن۔ باب ۱۲)

"اپنے دوبارہ ظہور (رجعت) پر امام مہدی اللہ کی اصل کتاب جسے علیؓ نے دو لوحوں سے جمع کیا، پیش کر کے تعلیم دیں گے"۔

(کافی کلینی۔ کتاب فضل القرآن باب ۱۲)

اوپر کے اقتباس میں دو لوحوں کا حوالہ قابلِ توجہ ہے۔ تورات کے مطابق حضرت موسیٰؑ کو اللہ کی طرف سے دو لوحیں عطا ہوئیں۔ جن پر احکام عشرہ (دس احکام) درج تھے (TEN COMMANDMENTS) اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ امام مہدی منتظر دراصل قرآن کی بجائے (بقول شیعہ تحریف شدہ قرآن) تورات کا مجموعہ پیش کر کے اس کی تعلیم دیں گے یہ ہے وہ طریقہ کار جسے اپنا کر شیعوں نے یہودیوں کے نقشِ قدم پر چل

کر قرآن کو رد کرنے کی کوشش کی جو اسلام کی اساس ہے۔ ان حقائق کے بعد بھی کیا اہلیانِ اسلام شیعیت کو اسلام کا ایک مکتبِ فکر سمجھیں گے یا سطورِ بالا کی تحریر پر غور کرنے کے بعد مسلمانوں میں یہ احساس بیدار ہو جائے گا کہ شیعیت دراصل یہودیت کی ایک شاخ ہے۔

۶۔ شیعیت کا عقیدۂ تابوتِ سکینہ۔

شیعی مسلک کا ایک اور بنیادی عقیدہ بنی اسرائیل کی آرک (تابوت یہودی) پر ان کا ایمان ہے جو ہمیشہ یہودی غلبہ کا نشان رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل (یہودی قوم) اخلاقی اور مادی طور سے انحطاط کا شکار ہو گئے۔ انجام کار ۱۱۵۰ ق.م میں نہ صرف فلسطین کا بڑا حصہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا بلکہ آرک. کشتی (تابوت) جس میں تورات اور حضرت موسیٰؑ اور ہارون کے تبرکات بھی تھے، بنی اسرائیل سے چھن گئی۔ القرآن کی آیت ۲۔۲۴۸ میں اسی آرک کا ذکر تابوتِ سکینہ کے حوالہ سے ہے

وَقَالَ لَهُمْ ..... اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ (القرآن ۲۔۲۴۸)

بنی اسرائیل آرک (تابوت (صندوق) سکینہ کو انتہائی مقدس اور اللہ کا ایک عہد نامہ تصور کرتے تھے۔ لیکن جب آرک ان سے چھن گئی تو ان کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ اب ان کی عظمت کے دن بیت گئے پھر جب ان کو دشمن کے مقابلہ میں شکست اور ذلت کا سامنا ہوا۔ تو ان میں بھگدڑ مچ گئی اور ان کے نبی سموئیلؑ ضعیف ہو چکے تھے۔ القرآن میں بیان فرمایا گیا ہے (آیت ۲۔۲۴۶ تا ۲۔۲۴۸) کہ قوم نے اپنے نبی سموئیل سے درخواست کی کہ ان پر ایک دنیوی حکمران (بادشاہ) مقرر کریں

جوان کے دشمنوں کے خلاف جنگ کرے لیکن جب حضرت سموئیلؑ نے طالوت کو ان پر حکمران مقرر کر دیا تو انہوں نے طالوت کی تقرری پر متعدد اعتراضات کئے۔ قرآن میں ہے کہ جواباً نبیؑ نے ان کو یہ بتایا۔

"اللہ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہونے کی نشانی یہ ہے کہ دورانِ حکومت طالوت تم کو آرک واپس دلاوے گا۔ جس سے تمہارا سکونِ دل ودماغ اللہ سے وابستہ ہے (سکینہ) اور جس میں آلِ موسیٰؑ وہارونؑ کا ترکہ ہے اور جس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں۔ یہ تمہارے لیے ایک بڑی نشانی ہے، اگر تم سچے ایمان والے ہو"۔ (القرآن ۲-۲۴۸)

آخر کار طالوت کی حکومت قائم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق نبی سموئیلؑ کے ذریعہ طالوت کے عہد میں بنی اسرائیل کو آرک (تابوتِ یہودہ) بغیر کسی جدوجہد کے بازیاب ہوا۔ ان فرشتوں نے جو تابوتِ سکینہ کو اٹھائے ہوئے تھے، اسے بنی اسرائیل کو واپس پہنچا دیا۔ ساتھ ہی طالوت کو دشمنوں پر فتح حاصل ہوئی۔ بنی اسرائیل کا یہ کامیاب دور بعد میں حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ کے عہد تک برقرار رہا۔

(۱) عہد طالوت ۱۰۲۰ ق۔م تا ۱۰۰۴ ق۔م

(۲) عہد داؤدؑ ۱۰۰۴ ق۔م تا ۹۶۵ ق۔م

(۳) عہد سلیمانؑ ۹۶۵ ق۔م تا ۹۲۶ ق۔م

بنی اسرائیل کے اس تاریخی پس منظر میں تابوتِ سکینہ سے متعلق شیعی نقطۂ نظر ملاحظہ ہو۔ مذکورہ بالا قرآنی آیت ۲-۲۴۸ کا شیعی ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"اور (تب) ان کے نبی نے کہا۔ بے شک اس کی بادشاہت کی نشانی

یہ ہوگی کہ آرک (تابوتِ سکینہ) جس میں تمہارے رب کی طرف سے
سکون (سکینہ) اور حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے چھوڑے ہوئے
نوادرات ہونگے فرشتے اس کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ بے شک
اس میں تمہارے لیے ایک نشانی ہوگی اگر تم (واقعی) مومن ہو"۔
(شیعہ قرآن صفحہ ۱۷۱)

اس آیت سے متعلق درج ذیل شیعی تفاسیر کے چند اقتباسات قابلِ
توجہ ہیں۔ "سکون" جس کا یہاں ذکر ہے۔ ضروری نہیں کہ سکونِ قلب
ہی مراد ہو بلکہ اس سے اور کچھ مراد ہے"
(شیعہ قرآن صفحہ ۲۱۹)

"آرک (تابوت یعنی صندوق) ایک نبی سے ہو کر دوسرے نبی تک
پہنچتا رہا۔ بتایا گیا ہے کہ اس میں حضرت موسیٰ کے جوتے (نعلین)
ان کا عصا اور لباس اور ہارون کا عمامہ (پگڑی) اور دیگر متبرک
نوادرات ہیں۔ اللہ نے اس تابوت کو معجزانہ اثرات سے بھی نوازا ہے۔
(شیعہ قرآن صفحہ ۲۱۹)

"اس تابوت سے آسمانی بادشاہت کے قیام کے علاوہ آسمانی
نشانیوں کا ظہور بھی ہوگا۔ مثلاً اللہ کی طرف سے چنے گئے سلسلہ
سے متبرک ورثہ (CHOSEN ONES) جو آسمانی (سکینہ) یا سکون
کا حامل ہوگا"۔
(شیعہ قرآن صفحہ ۲۲۰)

سطور بالا میں القرآن کی آیت ۲-۲۴۸ کا شیعی ترجمہ اور اس کی
تفسیر کے مطالعہ سے ذیل کے نکات واضح ہوتے ہیں:۔
الف۔ بنی اسرائیل کی آرک (آسمانی نشانی) میں تین چیزیں ہیں۔

(۱) حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کی ذاتی اشیاء
(۲) سکینہ اور چند دوسری متبرک اشیاء (نوادرات)۔
(۳) نشانی (ہدایت) بمعنی تورات سے ہدایت (جو صندوق میں موجود ہے)
ب۔ ہر نبی تک یہ نشانی اور آرک صرف ورثہ کے ذریعہ پہنچے گی۔
ج۔ آسمانی بادشاہت (قیادت) کے پاس آسمانی نشانی کا (ایک متبرک وارث کے طور پر) اللہ کی طرف سے منتخب کردہ نسل سے منتقل ہونا لازمی ہے۔
ہ۔ تابوت یا سکینہ کا بنی اسرائیل سے شیعہ ائمہ تک ورثہ میں پہنچنے کی نشاندہی ہوتی ہے۔
و۔ اسی بنا پر شیعہ تابوتِ سکینہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کی وراثت کے دعوی دار ہیں۔ سکینہ (تابوتِ یہودہ) پر شیعوں کے عقیدے (زیرِ تجزیہ) کی مزید توضیح اور تصدیق کلینی کی کافی کی مختصر لیکن واضح روایت کردہ "حدیث" سے ہوتی ہے کہ "سکینہ ہی اصل ایمان ہے"۔ (کافی کلینی، کتاب الایمان والکفر، باب۱)

آخر میں شیعوں نے اقبال کیا ہے کہ ان کے پاس دوسری چیزوں کے علاوہ ایک شے جسے فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، بھی ہے، اس کا اشارہ صاف صاف بنی اسرائیل کے تابوتِ یہودہ (آرک) کی طرف ہے جسے فرشتے اٹھاتے ہوئے ہیں۔ (مطابق القرآن ۲-۲۴۸) اور بعد میں جسے فرشتوں کے ذریعے واپس پہنچایا گیا۔

درج ذیل واضح اعتراف قابلِ توجہ ہے اس سے شیعی عقیدہ کا پوری طرح ادراک ہوتا ہے

"امام نے دعویٰ کیا میرے قبضہ میں نبی کی تلوار، زرہ اور نیزہ ہے میرے پاس حضرت موسیٰؑ کی لوحیں، عصا اور چلیچی بھی ہے۔ میرے پاس حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ کی انگشتری کے علاوہ وہ شئے بھی ہے جسے فرشتے اٹھائے ہوئے تھے، اور بعد میں (بنی اسرائیل کو) واپس پہنچایا تھا"۔ (کافی کلینی۔ کتاب الحجۃ۔ باب ۷۷، ۳)

یہ مستند اقبالی بیان کسی مزید وضاحت کا محتاج نہیں اور شیعیت اور یہودیت افکار و عقائد میں یکسانیت اور ایک جہتی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آرک (تابوتِ سکینہ یا یہودہ) کے سلسلے میں صیہونیت اور شیعیت دونوں کا یکساں عقیدہ اور ایمان ہے اس تابوت میں داشتہ چیزوں کو دونوں اپنے لیے نصرت اور کامرانی کی نشانی سمجھتے ہیں اور یہ ان کا عقیدہ الواحِ موسیٰ یعنی توراۃ پر باہمی اشتراک عقیدہ کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

۷۔ باغِ فدک اور دوسری یہودی املاک پر ملکیت کا دعویٰ

شیعہ مسلک کا ایک اور اہم عقیدہ مدینہ کے شمال میں واقع فدک اور دوسرے مقامات پر حقِ وراثت کا ہے جسے یہودیوں سے حاصل کر کے اسلامی ریاست (جس کے سربراہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبرِ اسلام تھے) میں شامل کر لیا گیا تھا۔ شیعہ فدک اور دوسری یہودی اراضیوں کو اسلامی ریاست کا حصہ نہیں سمجھتے۔ جب کہ یہودی شرپسندوں اور سازشیوں کے نکالے جانے کے بعد ان کی زمینوں پر مدینہ کی اسلامی ریاست کے حق ملکیت پر نہ یہ کہ صرف اعتراض کرتے ہیں بلکہ اسلامی

ریاست کو غاصب سمجھتے ہیں۔ آج یہودی بھی اپنے ان علاقوں کی بازیابی کے متمنی ہیں، شیعہ ان یہودی زمینوں پر اپنی ملکیت جتانے کے سلسلہ میں جو روایتی شور و غوغا کرتے آئے ہیں، اس کی تہہ میں جانا ضروری ہے، تاکہ ان کے درون قلب و دماغ میں پوشیدہ صحیح اغراض و مقاصد کی تصدیق ہو سکے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس مسئلہ پر صہیونیت اور شیعیت کے زاویہ نظر میں کلیتاً مطابقت کیوں ہے؟

تاریخی پس منظر

مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی عرب کے یہودیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا جال پھیلانا شروع کر دیا۔ باوجود اس کے کہ یہودیوں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک معاہدہ طے پا چکا تھا۔ یہودی متواتر اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے یہ وطیرہ بنا رکھا تھا۔ کہ اسلامی مرکز سے کئے گئے معاہدہ کو خاطر میں نہ لا کر من مانی کریں۔ بالآخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار و ناچار یہودیوں کو ان کی دغابازی اور سازشوں کی سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ یہودی قوم کے خلاف مناسب کارروائی عمل میں آئی۔ جنگ ہوئی جس میں یہودیوں کو شکست ہوئی۔ ان کی زمینوں پر قبضہ کر کے انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔ پھر بھی باقی ماندہ یہودی اسلامی ریاست اور اس کے سربراہ کے خلاف متحرک رہے۔ بصورت مجبوری ان یہودیوں کو ان کے علاقوں بشمول "فدک" سے نکال دیا گیا۔ اور ان کی غیر منقولہ جائیداد کو "فئے" کی صورت میں اسلامی ریاست میں شامل کر لیا گیا۔

جارحیت پسند غیر مسلموں (یہودی و دیگر) سے بغیر جنگ جو جائیداد

حاصل کی جائے وہ مالِ غنیمت یا غنیمت نہیں بلکہ "فئے" کے زمرے میں آتی ہے۔ جب کہ غنیمت وہ جائیداد ہے جو جارح غیر مسلموں سے لڑائی میں شکست کے بعد حاصل ہو۔ القرآن کے حکم (آیت ۸ - ۴۱) کے مطابق مالِ غنیمت کا ۵/۴ حصّہ مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے جب کہ ۵/۱ حصّہ بیت المال (سرکاری خزانہ) میں جاتا ہے۔ لیکن "فئے" کلیتہً سرکاری ملکیت ہوتی ہے۔ جو سب کی سب مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کی جاتی ہے "فئے" کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"جو کچھ اللہ تعالیٰ نے (خیبر والوں سے) لیکر اپنے پیغمبر کو عطا فرمایا ہے وہ اللہ، پیغمبر اسلام، ان کے اہل بیت، یتیموں، مساکین اور محتاجوں کی (ملکیت) ہے تاکہ یہ تم میں سے جو مالدار ہیں انہی کے درمیان گردش نہ کرے"۔ (القرآن ۵۹ - ۷)

اس قرآنی آیت سے پوری طرح واضح ہے کہ فئے بنیادی طور پر اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ لہٰذا بیت المال کی تحویل میں جاتی ہے جس کی منتظم (اس وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی۔ آنحضرتؐ نے اس کی آمدنی اپنی ذات، اپنے اہلِ بیت، یتیموں، مساکین اور محتاجوں پر خرچ کی۔ اور چونکہ فئے سرکاری ملکیت ہے، نہ کہ سربراہ ریاست کی ذاتی، اس لیے اس کو ورثہ میں دیئے جانے یا ہبہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شیعیت کے پیروکاروں کے مطابق فدک، جو یہودیوں سے فئے کی صورت میں حاصل کیا گیا تھا پیغمبر اسلام کی ذاتی ملکیت تھا اس لیے اس کی منتقلی ان کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے شروع

ہو کر آلِ محمدؐ (ائمہ) پر ہوتا لازمی تھی۔ شیعوں کے اعتراضات حسب ذیل ہیں:۔

"رسول پاکؐ کی زندگی ہی میں فدک (حضرت) فاطمہ رضؓ کو منتقل ہو گیا تھا"۔ (یعنی ہبہ کر دیا گیا تھا) (شیعہ قرآن صـ ۱۶۵۳)

"پھر (حضرت) فاطمہ رضؓ نے رسول پاکؐ کی وارث کی حیثیت سے فدک کی ملکیت کا دعویٰ کیا لیکن اسے بھی رد کر دیا گیا ان کے دلائل پر خلیفہ ابوبکرؓ اور عمرؓ نے کوئی دھیان نہیں دیا" (شیعہ قرآن صـ ۸۹۵-۸۹۶)

"اس طرح اولاد کے حقوق سے متعلق قرآن کے متواتر احکامات کی خلاف ورزی کر کے آلِ محمدؐ کے حق میں ناانصافی برتی گئی" (شیعہ قرآن صـ ۱۶۵۳)

یہ ایک طرفہ دعویٰ کہ فدک کی سابقہ یہودی جائیداد "فدک" آلِ محمدؐ (ائمہ) کی ملکیت ہے قرآنی احکامات کے خلاف محض ایک افتراء ہے۔ ان بے بنیاد الزامات اور اعتراضات کی تردید کے لیے دو دلائل کافی ہیں۔

(۱) بالفرض اگر یہ وراثت کا مسئلہ تھا۔ تو محض حضرت فاطمہ رضؓ ہی اکیلی اس کی وارث نہ تھیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری تین صاحبزادیاں، ساری امہات المومنین (ازواجِ مطہراتِ رسول) اور حضور اکرمؐ کے چچا حضرت عباس رضؓ بھی موروثی جائیداد میں حصہ دار تھے۔

(۲) جب سیدنا علی رضؓ (حضرت فاطمہ رضؓ کے شوہر) خود خلیفہ ہوئے

تو انہوں نے بھی اس جائیداد کا انتظام سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا عمرؓ و عثمانؓ ہی کے خطوط پر کیا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ چونکہ فدک اور دیگر یہودی جائیدادیں ریاست کی ملکیت تھیں۔ اس لیے دراصل اس کو ہبہ کرنے یا ورثے میں دیئے جانے کا سوال نہ تو اٹھایا ہی گیا تھا۔ اور نہ ہی اٹھایا جا سکتا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ شیعیت کے اس دعویٰ کے پیچھے کچھ دوسرے محرکات ہیں۔

مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ شیعیت کا مختصر دعویٰ یہ ہے کہ فدک آلِ محمدؐ کی ملکیت ہے۔ شیعہ حلقوں اور ان کے علماء نے فدک اور آلِ محمدؐ کے مفہوم کی مزید توضیح یوں کی ہے:۔

"امام نے وضاحت کی کہ فدک کی حدود میں اُحد کے پہاڑ، عریشِ مصر، سیف البحر اور دومۃ الجندل آتے ہیں"۔

(کافی کلینی۔ کتاب الحجہ۔ باب ۱۲۸)

"امام نے اس (مخاطب) سے پوچھا۔ تم جانتے ہو کہ بیت المقدس کیا ہے اس نے جواب دیا کہ بیت المقدس سوریہ (شام) میں واقع ہے۔ اس پر امام نے انکشاف کیا کہ بیت المقدس، بیت آلِ محمدؐ کے سوا کچھ اور نہیں"۔ (کافی کلینی۔ کتاب الحجہ۔ باب ۱۱۸)

شیعی نظریہ اور اس کی وضاحت کے مطابق فدک ایک مخصوص مقام کا نام ہی نہیں بلکہ اس وسیع عرب علاقہ کے لیے مستعمل ہے جو کبھی یہودیوں کی ملکیت میں تھا مزید یہ کہ شیعی نظریہ کے مطابق بیت المقدس سے بیت آلِ محمدؐ مراد ہے جس کا مطلب یہ ہوا

کہ یروشلم نہ صرف بنی اسرائیل کا مرکز اور قبلہ ہے بلکہ شیعی ائمہ (آلِ محمد) کا بھی قبلہ وکعبہ ہے (اسی نسبت سے گذشتہ دنوں شیعہ دنیا نے خمینی کے حکم پر یوم القدس بھی بڑے زور شور سے منایا تھا)۔

سطور بالا میں بیان کئے گئے تمام شیعی دعووں ان کی تصدیق اور وضاحت کے مطابق عرب کی وسیع سرزمین جو پہلے یہودیوں کی تحویل میں تھی یہودیوں اور شیعوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ اور یہی دراصل "اسرائیل عظمیٰ" کا خواب اور منصوبہ ہے جس کی تعبیر اور تکمیل کے لیے یہودی اور ان کے پیروکار (شیعہ) مل کر کام کر رہے ہیں ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے وزیر اعظم بن گوریان نے رائے زنی کی تھی کہ وہ (یہودی) مسلمانوں کو ان تمام علاقوں سے نکال باہر کریں گے جہاں سے ماضی میں وہ یہودی نکالے گئے تھے یعنی حرمین مقدس۔ اس طرح یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ صہیونیت / یہودیت کی طرح شیعوں کے بھی یہ عزائم ہیں کہ دنیائے اسلام کے مرکز پر قابض ہو کر مسلمانوں کو وہاں سے جلاوطن کر دیا جائے ان عزائم کو خمینی نے بھی ۱۹۴۴ء میں ہی اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں منکشف کر دیا تھا۔ اس طرح کیا شیعیت کا نظریہ اور عقیدہ، اور ان کے اغراض و مقاصد پوری طرح بے نقاب نہیں ہو جاتے؟ ساتھ ہی یہ ثابت ہو گیا کہ شیعیت نہ صرف یہ کہ ایک غیر اسلامی نظریہ ہے۔ بلکہ شیعیت اور صہیونیت ایک ہی سکہ کے دو رخ ہیں۔ اس طرح شیعی افکار اور عزائم اور کردار کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

حرفِ آخر۔ خلاصہ و نتیجہ

گذشتہ ابواب میں تاریخی، سیاسی اور نظریاتی شیعیت کے جائزے اور مطالعے سے جو خاص نکات ابھر کر سامنے آتے ہیں، وہ یہ ہیں:۔

۱۔ ایران و اسرائیل کے درمیان حالیہ تعلقات اور باہمی اشتراک و ہم آہنگی اور تعاون کا ایک تاریخی پس منظر ہے جس کا سراغ لگانا مشکل نہیں۔ شیعوں اور یہودیوں کے تاریخی رشتوں سے نہ صرف ان کے عقائد و نظریات کی نوعیت و یکسانیت کا پتہ چلتا ہے بلکہ ان کے اغراض و مقاصد اور عمل میں یک جہتی اور باہمی انحصار کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

۲۔ شیعیت دراصل ایک یہودی دماغ کی اختراع ہے اس کی پیدائش یہودیت کی کوکھ سے ہوئی ہے۔ شیعہ مذہب کا آغاز حضرت عثمانؓ کے دور میں ہوا جب کہ اسلامی ریاست (خلافت راشدہ) سیاسی و دنیوی لحاظ سے انتہائی عروج پر پہنچ چکی تھی شیعہ مذہب کے ظہور کا مقصد اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام اور امتِ مسلمہ کو نقصان پہنچانا تھا۔ چنانچہ پہلی صدی ہجری میں خلافتِ راشدہ کو نقصان پہنچانا، عہدِ وسطیٰ میں خلافت بغداد کی تباہی، ماضی قریب میں خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ، اور عہدِ حاضر میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی اساس کو ڈھانا، اسلام اور دنیائے اسلام کے خلاف شیعی سازش کی چند نمایاں کڑیاں ہیں:۔

شیعیت کے اس گھناؤنے کردار کی ماضی میں امام مالکؒ، امام ابن تیمیہؒ اور شاہ عبدالعزیز محدثؒ وغیرہ جیسے اعلیٰ مقام علماء نے بھی نشاندہی کی ہے اور عصر جدید کے اکابرین اسلام اور مفتیان کرام نے بھی اس شیعیت بنت یہودیت کو خارج از اسلام قرار دیا ہے۔

۳۔ شیعیت کے بنیادی عقائد اور نظریات کم و بیش یہودیت، صیہونیت سے ماخوذ ہیں۔ مثلاً شیعی عقیدۂ امامت، ائمہ کے علم و ہدایت کا ذریعہ، امام مہدی آخر الزمان کی نشاندہی ائمہ کی ہدایت کا سرچشمہ بنی اسرائیل سے نسلی تعلق اور ورثہ، قرآن کی بجائے تورات پر ایمان اور بنی اسرائیل کے تابوت یہودہ (تابوتِ سکینہ) پر عقیدہ دراصل معروف یہودی نظریات اور افکار کی حمایت اور پیروی ہے۔ علاوہ ازیں سرزمینِ عرب کے وسیع علاقے (سابقہ یہودی علاقے) خصوصاً حرمین شریفین پر حق جتانا بھی اسرائیلی صیہونیت کے "اسرائیل عظمیٰ" کے منصوبہ کی حمایت و تائید ہے۔ افکار و نظریات میں یکسانیت و مماثلت اور تاریخ میں ان کی مشترکہ و مسلح کارروائیوں سے شیعیت کے متعلق حسب ذیل اہم نتائج برآمد ہوتے ہیں:-

(۱) عام خیالِ خام کے برعکس شیعیت کو اسلام کا ایک مکتب فکر ہرگز نہیں گردانا جا سکتا ہے۔ شیعہ مذہب کا اپنا ایک جداگانہ فلسفہ اور ڈھانچہ ہے جو اسلام کے بنیادی عقائد و افکار اور نظام سے یکسر مختلف ہے۔ دراصل نظریاتی و سیاسی شیعیت ایک اسلام دشمن مذہب ہے۔ شیعہ مذہب کی پیدائش کا اوّلین مقصد ہی

مرکز اسلام اور اہلیانِ اسلام کو زک پہنچانا اور تباہ کرنا رہا ہے لہٰذا شیعیت اور یہودیت نے دنیا سے خلافت کا نام و نشان مٹا کر یعنی ۱۹۲۴ء سے لیکر اب تک اپنا اصل ہدف اسلام کا روحانی مرکز (حرمین شریفین) بنایا ہوا ہے۔

(۲) شیعیت اصل میں یہودیت کی دوسری شکل ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کے مقاصد اور عزائم بھی بعینہٖ یہودیت جیسے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیں کہ شیعیت اسلامی لبادہ میں یہودیت کا دوسرا نام ہے۔ ایک ثبوت مئی ۱۹۸۵ء کا وہ المناک سانحہ ہے جس میں لبنان میں متعین ایرانی عمل ملیشیا نے یہودیوں اور عیسائیوں سے ملکر فلسطینی مسلمانوں کا قتل عام اس وجہ سے کیا کہ وہ اسرائیلی تسلط کے خلاف واحد عسکری قوت تھے۔ اس عبرتناک واقعہ سے اور مارچ ۱۹۸۶ء کے عمل ملیشیا کے صابرہ اور شطیلہ پر توپ خانے اور ٹینکوں کے دوبارہ حملہ سے عالم اسلام کی آنکھیں کھل جانی چاہیئیں۔ مزید براں سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ آلِ یہود کی خمینی ٹیم ۱۹۷۹ء سے لیکر آج تک مسلسل ہر سال حرمین مقدس کو بھی نشانہ بنا کر حملے کرتی رہی ہے۔

(۳) یہودیت اور شیعیت دراصل ایک ہی آئینہ کے دو رُخ ہیں دونوں رُخ اسلام اور اسلامی اُمّہ کے خلاف خونیں مناظر کی یکساں عکاسی کرتے ہیں۔ اور ان کے اغراض و مقاصد آج بھی اسی طرح ہیں۔ دنیائے اسلام جس قدر جلد اس خطرے کا احساس کرلے، بہتر ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِينُ۔

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن

کا

اعلانِ حق

۶ ذی الحجہ ۱۴۰۶ھ ، ۳۱ جولائی ۱۹۸۶ء جمعۃ المبارک کو حج کے نام پر آنے ہوئے ایرانیوں نے بیت اللہ الحرام کا تقدس پامال کرتے ہوئے جس بے باکی اور بے حیائی سے ہنگامہ آرائی کا شرمناک مظاہرہ کیا ہے۔ افسوسناک بھی ہے اور دل خراش بھی۔ شیعہ سبائی تحریک اور یہودیت کا چولی دامن کا تعلق ہے۔ کیونکہ یہودی عبداللہ بن سبا یہودی نے اس فرقہ کی داغ بیل ڈال کر آبیاری کی اور پروان چڑھایا۔ شیعوں کو اسلام اور مسلمانانِ عالم سے ٹھیک اسی طرح بغض ہے جس طرح یہودیوں کو اسلام اور مسلمانوں سے ۔ شیعہ درحقیقت اسلام کے نام پر یہودیت کو پروان چڑھانے میں اسرائیلی مفادات کا تحفظ کر رہے ہیں ۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ بیت المقدس پر اسرائیلیوں کے تسلط کے بعد اسرائیل نے ایران کو بیت اللہ پر قبضہ کرنے کی مہم پر لگا دیا ہے۔

ایران اور اسرائیل کے خفیہ روابط ہیں اور اسلام دشمنی دونوں کی قدرِ مشترک ہے۔ روزنامہ جنگ کراچی ۲۰ ستمبر ۱۹۸۶ء میں اس سلسلہ کی ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ جس کا متن حسب ذیل ہے۔

"اسرائیل کے فوجی ماہرین ایران میں زمین سے زمین پر دور تک مار کرنے والے میزائلوں کی تیاری میں ایرانی حکام کو فنی مشورے دینے کے لئے موجود ہیں۔۔ ریڈیو جدہ کے مطابق لندن کے ایک اخبار نے اسرائیلی ذرائع کے حوالے سے بتایا ہے کہ اسرائیلی فوجی ماہرین کی مدد سے ایران اس قسم کے میزائل بنا رہا ہے جو عراق کے شہری علاقوں پر حملوں کے لئے استعمال کر رہا ہے۔"

اب یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ خمینی حکومت ایک طرف تو اسرائیل سے ساز باز کر کے امریکہ سے ہتھیار حاصل کر رہی ہے مگر دوسری طرف زبان پر " مرگ بر امریکہ " کے نعرے ہیں۔ آخر یہ نورا کشتی کب تک ؟ اور یہ تقیہ کہاں تک ؟

دنیا یہ سمجھتی ہے کہ خمینی کی حکومت بڑی انقلابی ہے اور ایران میں اسلام بڑے تابناک انداز میں

بڑی دشواری ہے حیرت ہے کہ ہمارے ملک کی "جماعت اسلامی" کے لوگ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے کہ ایران میں اسلام کا نفاذ ہو رہا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خمینی پہلوی اور یہودیوں کا خوشہ چین ہے اور اس کے ذہن میں یہ ہے کہ سنی حکومتوں کو ختم کر کے شیعی دام تزویر پھیلائے اور لوگوں کو بزور شیعہ بنائے۔ دو ملک اس وقت اس کے ذہن میں ہدف ہیں (۱) پاکستان (۲) سعودی عرب۔

پاکستان میں کیسے کیسے خطرناک ہتھکنڈے خمینی کے پیرو کار استعمال کر رہے ہیں سادہ لوح سنی مسلمان اس سے بے خبر ہیں۔ یہاں کے شیعہ عوام جن کو اس ملک کا وفادار ہونا چاہیے مگر ان کی ساری وفاداریاں خمینی اور اس کی انقلابی حکومت کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پاکستان میں بموں کے دھماکے، انسانوں کا قتل عام اسی حکومت کے رہین منت ہیں بعض جہاندیدہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ اگر ایران، عراق سے نہیں لڑتا تو شاید پاکستان سے زور آزمائی ہوتی۔

اس کا دوسرا ہدف سعودی عرب ہے۔ خمینی کے نزدیک فلسفہ ولایت فقیہ کے تحت پوری دنیا پر حکومت کا حق صرف خمینی یا اس کے نمائندہ کو ہے اور کسی کو نہیں ہے۔ سعودی امراء، حکام حکومت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ پھر خمینی اور اس کے ہمنواؤں کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روضۂ اطہر میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیونکر آرام فرما ہیں؟ ان کو اس سے عداوت ہے کہ یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسے آرام فرما ہیں؟ اور کیسے ان کو یہ شرف و منزلت حاصل ہے؟ ان کا ارادہ ہے کہ مدینہ پر قبضہ کر کے ان کی نعشوں کو قبروں سے نکال کر العیاذ باللہ نکال کے سولی دیں گے۔

پھر ان کے مذہب کی خرافات میں سے یہ بھی ہے کہ مہدی علیہ السلام سیدنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی قبر اطہر سے نکال کر اس جرم میں سزا دی جائے گی کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حسد کرتی تھیں۔ وغیر ذلک من الخرافات۔

غرض ان کے دل میں بڑی بڑی تمنائیں اور آرزوئیں ہیں لیکن ان شاء اللہ ان میں سے کوئی تمنا کوئی آرزو پوری نہیں ہوگی اور یہ خائب و خاسر رہیں گے ان شاء اللہ۔

اور ان کے ذہن میں یہ بھی ہے کہ چونکہ حکومت کا حق خمینی کو ہے اسلئے مکہ پر حکومت اسی خبیث اور لعین کی ہوگی۔

سلطنت سعودیہ کے بانی اور فرمانروا سلطان عبد العزیز رحمہ اللہ جب کعبہ کا طواف کر رہے تھے تو ایک ایرانی لعین نے چھرا مار کر شہید کرنے کی ناپاک کوشش کی تھی۔ اس کے بعد سلطان عبد العزیز

نے سارے ایرانیوں کا حج کے موسم میں آنا ممنوع قرار دے دیا تھا لیکن ان کی وفات کے بعد جب سلطان فیصل سریر آرائے مملکت ہوئے اور ان کے ذہن میں اتحاد ملت اسلامیہ کا جذبہ ابھرا تو انہوں نے ایرانیوں کے آنے کی اجازت دے دی اور یہ سلسلہ برابر چلتا رہا یہاں تک کہ شاہ فہد بن عبدالعزیز کا زمانہ آ گیا ایرانی ہر سال عمرہ و حج کے نام سے مملکت سعودیہ عربیہ میں داخل ہوتے ہیں اور ان کا مقصد حج، عمرہ قطعاً نہیں ہوتا۔ راقم کو اللہ کے فضل و عنایت سے متعدد بار حج و عمرہ کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ لیکن میں نے کبھی کسی ایرانی شیعہ کی زبان سے تلبیہ نہیں سنا نہ میں نے کسی کو احرام باندھے دیکھا ظاہر ہے کہ یہ حج و عمرہ کیا کرتے ہوں گے۔ ؎ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ان کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ خمینی کے مقصد کو بروئے کار لائیں اور سیاست اور نعرہ بازی کریں ایرانیوں کے گروہ سے یہی جملہ سننے میں آتا ہے "مرگ بر امریکہ"۔ "مرگ بر شہنشاہیت" وغیرہ اور گذشتہ سالوں سے یہ برابر سعودی عرب میں آتشیں مادہ کے ساتھ داخل ہو رہے تھے جیسا کہ سعودی ٹیلیویژن نے اس کے مناظر دکھائے۔ لیکن اس سال تو خصوصی تیاری کے ساتھ اور خصوصی تخریب کاری اور دہشت گردی میں مشاق افراد کے ساتھ بلکہ ایرانی کمانڈو کے ساتھ داخل ہوئے ان کا مقصد یہ تھا کہ امام کعبہ کو ختم کریں کعبہ کے پردہ کو جلائیں اور جیسے کہ چند سال پیشتر جہیمان کے ایک شخص نے امام مہدی کا دعوی کر کے کعبہ پر یہودی سازش سے کئی گھنٹہ قبضہ کئے رکھا تھا۔ اسلئے اس سال بھی خمینی کا یہی مقصد تھا اور مکہ کے قبرستان جنت المعلی سے یہ آرہے تھے تاکہ حرم پر قابض ہو جائیں ان کی اس نعرہ بازی پر سعودی حکام اور حجاج بیت اللہ (مہمانان خدا) تنگ تھے۔ اسلئے سعودی حکام نے پہلے تو بہت سمجھایا اور مملکت کے قواعد بھی بتلائے کہ یہاں اس نعرہ بازی کی اجازت نہیں ہے، لیکن یہ برابر اصرار کرتے رہے تھے۔ سعودی حکومت کی پولیس کے بعض افراد نے جام شہادت بھی نوش کیا۔ غرض بیس پچیس منٹ کے بعد جب ان کے تیور دیکھے کہ یہ کعبہ شریف میں داخل ہونے والے ہیں اور وہاں قبضہ کرنے والے ہیں تو انتظامیہ نہایت پرامن طریقے سے انہیں منتشر کرنے کے لئے ممکن تدابیر بروئے کار لائی لیکن ان کی ہلڑ بازی سے اور ان کے اٹھائے ہوئے ہتھیاروں سے بہت سے حجاج کرام اور قانون نافذ کرنے والے افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چونکہ حج کا زمانہ تھا اور اژدہام و ہجوم بھی حد قیاس سے باہر تھا اسلئے بے گناہ حجاج کرام کا شہید ہونا اس کا منطقی نتیجہ تھا

شیعوں کی انقلابی حکومت اور یہودیوں کا یہ فتنہ اپنے اندر بڑے ۱۰۶ اہم رکھتا ہے۔ سعودی حکام کو اب اس فتنہ سے غافل نہیں رہنا چاہیئے اور کوئی نرم پالیسی اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ حرمین شریفین کے

تحفظ کے لئے کسی اقدام سے نہیں چوکنا چاہیئے اور اس کے لئے پورے عالم اسلام کو رافضیوں کے فتنہ کے سامنے ایک بنیان مرصوص بن کر ڈٹ جانا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم کے حبیب لبیب مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی دامت برکاتہم نے آل انڈیا ریڈیو کی نشر کردہ خبر کی بنیاد پر جو بیان جاری فرمایا، ہم اس کی پرزور تائید کرتے ہوئے ذیل میں نقل کرتے ہیں:۔

"یہ بات کئی سال سے دیکھی جا رہی ہے کہ حرمین شریفین کے امن وامان کو تباہ کرنے کی منظم سازش ہو رہی ہے، ایران کی انقلابی حکومت تخریب کاروں کو بھیجکر وہاں کے مثالی اور عدیم النظیر امن وامان کو تباہ کرنے اور سرزمین حجاز خاص طور پر مقامات حج کو سیاسی مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہتی ہے یہ صورت حال بہت تشویشناک ہے، ساری دنیا کے کونے کونے سے آنے والے حجاج کو ہراساں اور خوفزدہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تاکہ حج کا یہ عالمگیر اجتماع قائم نہ رہنے پائے اور مقامات مقدسہ کی مرکزیت باقی نہ رہے۔

ہم سعودی عرب کی حکومت کو یقین دلاتے ہیں کہ دنیا کا ہر انصاف پسند شخص اور تمام مسلمانان عالم اس کی تائید میں ہیں اور حرمین کی حفاظت کے لئے جان ومال سے ہر طرح کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔

انہوں نے کہا کہ سعودی عرب کی حکومت کو چاہیئے کہ ان تخریب کاروں سے سختی کے ساتھ نمٹے اور شورش پسندوں پر پابندی لگائے کیونکہ اس اقدام سے ساری دنیا کے آئے ہوئے حجاج کو فائدہ پہنچے گا اور حرمین کا تقدس ملوث نہ ہوگا:"

اس تشریح وتفصیل کے بعد ظاہر ہے کوئی شخص خمینی حکومت کو مسلمانوں کا خیرخواہ نہیں کہہ سکتا جو لوگ شیعوں کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ شیعوں کا کفر قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کا وہ مضمون جسمیں شیعہ اثنا عشریہ کے ان خاص عقائد کی نشاندہی کی گئی ہے جن کی بنا پر متقدمین ومتاخرین علماء نے ان کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ شامل کیا جا رہا ہے۔

اسلامی اور ملکی مفادات کے پیش نظر آخر میں ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ایسے فسادیوں کی حرمین شریفین میں داخلہ پر پابندی عائد کی جائے اور حجاج کرام اور عامۃ المسلمین کو ان کے شرور سے نجات دلائی جائے۔

بشکریہ اقراء ڈائجسٹ — اکتوبر ۱۹۸۷ء

AL MUSLIMOON

الخمينى مرتد. بالإجماع

المؤتمر الإسلامي العام يتبنى فتوى ابن باز بردة الخمينى

خمینی بالاجماع مرتد ہے

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کا فیصلہ

(۲۲ صفر ۱۴۰۸ھ بمطابق ۱۵ اکتوبر ۱۹۸۷ء)

بحوالہ عربی اخبار "المسلمون" مکہ المکرمہ

• مفتئ اعظم سعودی عرب شیخ عبدالعزیز بن باز نے رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس میں خمینی کے مرتد ہونے کے تمام فتووں کی تائید بھی کر دی۔ انہوں نے رابطہ عالم اسلامی کے تمام مندوبین کو خمینی فتنہ کے خلاف اجتماعی مؤقف کے اختیار کرنے کی دعوت دی اور اس فتنہ کے قلع قمع پر زور دیا" چنانچہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے اجلاس کی ایک قرارداد میں خمینی کو کافر اور مرتد و خارج از اسلام قرار دے دیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل عربی اخبار "المدینہ" وغیرہ میں آچکی ہے افسوس ہے کہ پاکستانی اخبارات نے اس کو شائع نہیں کیا۔

ایرانی حکمرانوں کی ہٹ دھرمی کا منہ بولتا ثبوت

روزنامہ حریت ۱۹ فروری ۱۹۸۸ء

ایرانی حجاج اس سال بھی حج کے موقع پر مظاہرہ کریں گے خانم زہرہ

ایرانی آئین کے تحت عورت وزیر اعظم بن سکتی ہے ایرانی وزیر اعظم کی اہلیہ کی پریس کانفرنس

لاہور ۱۸ فروری (نمائندہ حریت) ایرانی وزیر اعظم میر حسین موسوی کی اہلیہ خانم زہرہ موسوی نے کہا ہے کہ اس سال بھی حج کے موقع پر ایرانی حجاج مظاہرہ کریں گے وہ سامراج اور اسرائیل کے خلاف نعرے لگائیں گے اور مشرکوں اور امریکہ و روسی سامراج کے خلاف ایران کی نفرت کا اظہار کریں گے۔ ایرانی ثقافتی مرکز میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے مسلم دنیا کو صدام عراق اور اسرائیل کے خلاف متحد ہونے کی اپیل کی۔ انہوں نے کہا کہ ایرانی آئین کے تحت عورت بھی وزیر اعظم بن سکتی ہے تاہم یہ واضح نہیں کہ وہ صدر بھی بن سکتی ہے۔

روزنامہ نوائے وقت کراچی
۲۹ مارچ ۱۹۸۸ء

سعودی عرب کا ایران کو انتباہ

حج کے موقع پر مظاہرے نہ کیے جائیں

اسلام کے حق میں مظاہرہ کریں گے ایران

لندن ۲۸ مارچ (ریڈیو رپورٹ) سعودی عرب نے ایران کو خبردار کیا ہے کہ پچھلے سال حج بیت اللہ کے موقع پر جس طرح شرپسندی ہوئی تھی اس کا اعادہ نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ای پی پی کے مطابق سعودی عرب نے یہ اعلان کابینہ کے خصوصی اجلاس کے بعد کیا۔ اجلاس کی صدارت شاہ فہد نے کی تھی۔ اعلان میں ایران سے کہا گیا ہے کہ وہ ایسے مقاصد کے لیے حج کو استعمال نہ کرے جن کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اعلان میں کہا گیا ہے کہ نعرے بازی، انتشار پھیلانا، مظاہرے، جلوس نکالنے کی سخت ممانعت ہوگی۔ اور خلاف ورزی کی صورت میں سنگین نتائج بھگتنے ہوں گے۔ اعلان میں کہا گیا ہے کہ حج کے موقع پر سخت حفاظتی انتظامات کیے جائیں گے۔ اور ہر ایسی چیز کو کچل دیا جائے گا جس سے حج کے ارکان ادا کرنے میں رکاوٹ پیدا ہو۔ ادھر اطلاع ہے کہ ایران نے کہا ہے کہ وہ اس سال بھی اپنے عازمین پرانی تعداد کے مطابق حج کے لیے سعودی عرب بھیجے گا۔ اور وہ وہاں اسلام کے حق میں مظاہرہ کریں گے۔

ایران اس سال دس لاکھ عازمین حج سعودی عرب بھیجے گا، محمد علی تسخیری

بیروت ۲۵ مارچ (اے پی پی) گذشتہ ہفتہ عمان میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے اجلاس میں شرکت کرنے والے ایرانی وفد کے سربراہ شیخ محمد علی تسخیری نے عازمین حج کی تعداد محدود کرنے کے سعودی عرب کے فیصلے کو چیلنج کیا ہے اور کہا ہے کہ ایران اس سال دس لاکھ عازمین حج کو سعودی عرب بھیجے گا۔ اسلامی کانفرنس تنظیم نے بھی عازمین حج کی تعداد محدود کرنے کے سعودی حکومت کے فیصلے کی تائید کی ہے اور مقدس مقامات کے تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے سعودی عرب کی جانب سے کیے جانے والے حفاظتی اقدامات کی منظوری بھی دی ہے۔ عمان میں اسلامی کانفرنس تنظیم کے وزرائے خارجہ اجلاس سے ایرانی وفد یہ کہہ کر واک آؤٹ کر گیا تھا کہ سعودی عرب اسلامی کانفرنس تنظیم کو رشوت دے رہا ہے۔ کانفرنس میں ایرانی وفد کے سربراہ کی تقریر سے قبل آئی سی او کے حکام نے اعلان کیا تھا کہ سعودی عرب نے اسلامی کانفرنس تنظیم کو دس ملین ڈالر کی امداد دی ہے۔ واضح رہے کہ گذشتہ سال مکہ میں ایرانی عازمین کے مظاہرے اور ان کے پولیس سے تصادم میں ۴۰۲ افراد ہلاک ہو گئے تھے۔

روزنامہ نوائے وقت ۲۵ مارچ ۱۹۸۸ء